مسلسل اشاعت کے سینتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

557-58
ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
جنوری، فروری 2012

ماہنامہ

الحق

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

خوشخبری

الحمدللہ **مشاہیر** کتاب کی

چھٹی، ساتویں ضخیم جلدیں بھی چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں

مشاہیر (مکتوبات)

بنام

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا سمیع الحق مدظلہ

ترتیب، تالیف، تصحیح و حواشی

مولانا سمیع الحق

تقریباً پون صدی پر مشتمل اساطین علم و ادب، علماء و محدثین، مشائخ و اکابرین امت، نامور اہل قلم شہسواران صحافت، دانشور و مصنفین، سیاسی زعماء حکمران و سلاطین کے مکتوبات نگارشات، تاثرات اور احساسات کا مجموعہ علمی، فقہی، مذہبی مسائل، ملکی تحریکات و بین الاقوامی سیاسی اتار چڑھاؤ اور عالم اسلام کو درپیش بحرانوں کے مد و جذر پر ارباب فکر و دانش کے خیالات و افکار کا ایک بڑا ذخیرہ مولانا سمیع الحق کے قلم سے ادبی تعارفی حواشی اور توضیحات مشاہیر کے خطوط کے عکسی نمونے

مکمل سیٹ 7 جلدوں میں

اکابر برصغیر پاک و ہند بشمول بنگلہ دیش کے خطوط (پانچ جلدوں پر مشتمل)

جلد اول: ا تا ے بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق .... صفحات (۷۰۲)

بنام مولانا سمیع الحق (حسب ذیل چھ جلدیں)

جلد دوم: ا ب پ ...... (۵۰۸) ★ جلد سوم: ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ز س ...... صفحات (۵۸۷)

جلد چہارم: ش ص ض ط ظ ع ...... صفحات (۶۸۲) ★ جلد پنجم: غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ے ...... صفحات (۵۱۳)

جلد ششم: عالم اسلام اور بیرونی ممالک (ایران، عالم عرب، افریقہ، سنٹرل ایشیاء، فار ایسٹ، امریکہ اور یورپی ممالک) (صفحات ۴۸۰)

جلد ہفتم: جہاد افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ (جہادی مشاہیر کے خطوط، جہادی رپورٹیں، شہداء، تحریک طالبان پر مشتمل تفصیلات (صفحات ۷۲۰)

نوٹ ...... مکتوب نگاروں کی ترتیب فرق مراتب کا لحاظ کئے بغیر حروف تہجی الف باء تا کے مطابق رکھی گئی ہے

صفحات 4500 سے زائد	قیمت مجموعہ (۷ جلد) **3500** روپے	رعایتی قیمت: **1800** روپے

شائع کردہ: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر ـــــ 47
شمارہ نمبر ـــــ 4-5
ربیع اوّل ـــــ ۱۴۳۳ھ
جنوری، فروری ـ ۲۰۱۲ء

اے بی سی آڈٹ

ماہنامہ الحق

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز
- دفاع پاکستان کونسل کی کامیاب عوامی بیداری تحریک پر امریکہ اور اس کے حواریوں کا واویلا .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- دفاع پاکستان کونسل کے دس نکاتی مقاصد و منشور .... ادارہ ۴
- فکرِ عقبیٰ .... حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۵
- دفاع پاکستان کونسل کیوں معرضِ وجود میں آئی؟ .... مولانا عبدالرؤف فاروقی ۱۳
- افتاء کا موجودہ نظام اور عصر حاضر کے تقاضے .... مولانا یحییٰ نعمانی ۱۸
- ایک محفلِ علم و ادب کا دلچسپ منظر .... مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۲۷
- مسلکِ دیو بند کے خادمانِ سیرت ﷺ .... جناب محمد جنید انور ۳۴
- 12 ربیع الاول یوم ولادت یا یوم وصال؟ (بحث ونظر) .... علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی ۳۹
- محبت رسولؐ اور اتباعِ سنّت .... جناب محمد فخر ۴۲
- عورت اسلام کے آئینے میں .... مولانا نصیر احمد قاسمی ۴۵
- منصور اعجاز ۔ اسلام اور پاکستان دشمن شخص .... جناب محمد نوید شاہین ۵۳
- معاشرہ پر مغربی تہذیب و ثقافت کے زہریلے اثرات .... مولانا ریاض احمد نعمانی ۵۷
- افکار و تاثرات .... (مولانا محمد الیاس ندوی، مولانا محمد افضل ندوی) .... ادارہ ۶۰
- دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۲
- تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۳

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر (0923) 630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس Facebook\Alhaq Akora Khattak
فیکس نمبر Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقشِ آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

دفاع پاکستان کونسل کی کامیاب عوامی بیداری تحریک پر
امریکہ اور اس کے حواریوں کا واویلا

الحمدللہ نوزائیدہ دفاع پاکستان کونسل کی چند ماہ قبل شروع کی گئی امریکی غلامی کے خلاف بپا کردہ عوامی تحریک اور جدوجہد دن بدن پھیلتی پھولتی چلی جارہی ہے اور پوری قوم میں امریکہ، نیٹو اور عالمی اتحاد کے خلاف نفرت لاوے کی طرح پھٹ پڑی ہے۔ جس سے امریکہ، نیٹو کٹھ پتلی حکومت وقت، اس کے طفیلی، اتحادی اور بائیں بازو کی تمام سیکولر، لبرل جماعتوں پر لرزہ اور وحشت طاری ہو گئی ہے۔ اور دن بدن دفاع پاکستان کونسل تحریکِ آزادیِ پاکستان کی طرح شہروں اور دیہاتوں اور زندگی کے ہر شعبے میں سرایت کرتی چلی جارہی ہے۔ خودداری، حمیت، آزادی جیسے قیمتی الفاظ جو پاکستانیوں کی زندگی کی کتاب سے حکمرانوں نے کھرچ کھرچ کر غائب کردیئے تھے، دفاع پاکستان کونسل نے انہیں نہ صرف زندہ کردیا ہے بلکہ ازسر نو نئے عنوانات اور سرخیوں سے اس میں اپنے خونِ جگر کی گرمی سے نئے رنگ بھی بھردیئے ہیں۔ خیبر کے پہاڑوں سے لے کر کراچی کے ساحلوں تک کروڑوں عوام نے امریکی استعمار کے خلاف بپا کردہ مہم کا بھرپور خیر مقدم کیا ہے۔

دفاع پاکستان کونسل مختصر الفاظ میں پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی پاسبان بن کر اٹھی ہے۔ یہ تحریک سیاسی مقاصد کے حصول یا انتخابی مہم جوئی کے لئے معرض وجود میں نہیں آئی بلکہ مملکت خداداد پاکستان جو گزشتہ دس گیارہ برس سے براہ راست امریکیوں کی ایک مقبوضہ کالونی بن چکی ہے اور اپنی تمام تر خودمختاری، آزادی اور وقار کو بے غیرت، بزدل اور ذاتی مفادات کے غلام حکمرانوں و سیاستدانوں کے گٹھ جوڑ کے باعث گروی رکھ چکی ہے اور حکمرانوں، اس کے اتحادیوں نے ملک وملت پر بزدلی کی ایک ایسی سیاہ رات مسلط کی ہوئی ہے۔ جس کے بظاہر مقدر میں دور دور تک صبح امید اور آزادی کے سورج کے طلوع ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ لیکن الحمدللہ قافلۂ حریت، کاروانِ دعوت وآزادی کے چند باحمیت رہنماؤں اور موسمی سیاسی ہواؤں کے دوش کی مخالف سمت میں ہمیشہ پرواز رکھنے والوں، حکومتی وصدارتی ایوانوں میں ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ کہلانے والوں کے اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی قبولیت کے باعث ابتدائی باہمی مشوروں کے بعد پوری قوم نے حکمرانوں کی گمراہ کن پالیسیوں اور امریکہ سے کامل آزادی حاصل کرنے کیلئے عملی جدوجہد کا آغاز کردیا اور اب یہ تحریک بتائید ایزدی عرب انقلاب کی طرح ملک بھر میں پھیل گئی ہے اور پاکستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں عالمگیر نوعیت کے امریکی مخالف مظاہرے کرچکی ہے۔ جس کی تپش اور حرارت براہ راست واشنگٹن میں قائم وائٹ ہاؤس اور پینٹاگون کے صدر مقام میں محسوس کی گئی ہے۔ گزشتہ 18 فروری کو امریکہ نے براہ راست دفاع پاکستان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور عوامی بیداری مہم وسیاسی سرگرمیوں پر اپنی تشویش کا اظہار کردیا ہے اور جمہوریت کے چیمپئن ملک ۔۔ رت

پاکستان کو حکم دیا ہے کہ فوری طور پر دفاع پاکستان کونسل کی سیاسی سرگرمیوں اور مظاہروں پر پابندی عائد کی جائے کیونکہ دفاع پاکستان کونسل کی سرگرمیاں اب برداشت سے باہر ہو رہی ہیں۔ اسی طرح وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے بھی دفاع پاکستان کونسل کی مقبولیت سے گھبرا کر اس کے خلاف کھل کر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ این جی اوز اور مغربی مفادات کے علمبردار نام نہاد صحافیوں نے بھی دفاع پاکستان کونسل کی اٹھتی ہوئی تحریک کے خلاف منفی پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے کیونکہ دفاع پاکستان کونسل کا سب سے بڑا ''جرم'' یہ ہے کہ اس نے دس سال سے سوئی ہوئی قوم کو کیوں امریکہ کے خلاف کھڑا کر دیا ہے؟ اور غلامی و بزدلی کی تنی ہوئی چادر کو کیوں چاک کر دیا ہے؟ افغانستان میں معصوم مسلمانوں کے قتل عام کے لئے دی جانے والی امریکہ اور نیٹو کی سپلائی کے راستے میں کیوں روڑے اٹکا رہی ہے؟ حکومتِ وقت کو عالمی کولیشن سے باہر نکالنے پر کیوں مجبور کر رہی ہے؟ اور پاکستان میں ڈرون حملوں کے خلاف اس نے سنجیدہ احتجاج کیوں اپنا لیا ہے؟ ان ''جرائم'' کی پاداش میں طرح طرح کے پروپیگنڈے اور الزامات دفاع پاکستان کونسل کی قیادت پر عائد کئے جا رہے ہیں لیکن دفاع پاکستان کونسل کی تمام سنجیدہ قیادت نے ان جھوٹے اور منفی پروپیگنڈوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے اور اپنی جدوجہد و کاروان کو حقیقی منزل کی جانب گامزن کرنے میں شب و روز مصروف عمل ہے۔ دُکھ اس بات پر ہے دفاع پاکستان کونسل کی مخالفت میں چند اپنے بھی امریکہ، حکومت اور بائیں بازو کے ہمراہ مخالفت میں دوسری جانب سنگ اٹھائے کھڑے ہیں حالانکہ اب تو ان حضرات کو اس کاروان کا ساتھ دینا چاہیے تھا کیونکہ اس ملک میں اب واضح تقسیم ہوگئی ہے' ایک اِنٹی امریکہ اتحاد اور دوسرا پرو امریکہ اتحاد۔ درمیان والا راستہ جو مصلحت' سیاسی حکمت اور بین بین والی پالیسی اب مزید نہیں چلے گی۔ دراصل الزامات اور ''تحفظات'' کا اظہار کرنے والے خود گزشتہ دس برس سے امریکہ کے سب سے بڑے پٹھو جنرل پرویز مشرف کے اقتدار کا حصہ اور ایل ایف او کے ذریعے اُسکے اقتدار کو قانونی تحفظ فراہم کرنے والے بھی تھے۔ پھر اس کے بعد امریکہ کے پرویز مشرف سے بھی زیادہ وفادار ساتھی اور اتحادی صدر زرداری اور پیپلز پارٹی کے حکومت کے چار سال میں برابر کے شریک رہے۔ آج اگر انہیں مجاہد جنرل حمید گل کی شخصیت پر اعتراض ہے تو صدر زرداری اور پرویز مشرف کی ''سحر انگیز شخصیات'' میں انہیں کون سے ''جوہر'' نظر آئے۔ رہا ان کی جانب سے یہ اعتراض کہ اسٹیبلشمنٹ (فوج) کی تائید دفاع پاکستان کونسل کو حاصل ہے تو یہ قوم کو خوب معلوم ہے کہ اسٹیبلشمنٹ تاریخ کی بدترین اور کرپٹ ترین حکومت کی تمام تر کمزوریوں اور نااہلیوں کے باوجود اس کو بچانے میں لگی ہوئی ہے اور اسٹیبلشمنٹ بھی امریکی ناؤ میں اسی طرح براجمان ہے جس طرح کہ پیپلز پارٹی اور اسکے فطری اتحادی۔ باقی ایم ایم اے کی ''تعمیر و ترقی'' میں اسٹیبلشمنٹ کا کیا کردار رہا ہے یہ بھید بھی قوم اور اعتراض کرنے والے خود بہتر جانتے ہیں۔ بہرحال آزادی کا یہ کاروان اب منزل مقصود پر ہی جا کر رُکے گا اور امت مسلمہ اور تقدیر اُمم پر پڑی غلامی کی ڈھول کو بلاآخر ہواؤں میں اُڑا دے گا۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

ادارہ

دفاع پاکستان کونسل کے دس نکاتی مقاصد و منشور

دفاع پاکستان کونسل کے دس اہم چیدہ چیدہ نکات، اہداف و مقاصد قارئین ''الحق'' کی معلومات اور ریکارڈ کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔(ادارہ)

۱۔ امریکی اور اس کے اتحادیوں کے سامراجی اور استعماری تسلط سے ملک کو آزاد کرانا۔

۲۔ امریکی ڈرون حملوں کو بند کرانا، ہوائی اڈوں اور وسائل کے استعمال کو بند کرانا، پاکستان کو امریکی اور نیٹو افواج کو رسد کی سپلائی روکنا۔

۳۔ بیرونی طاقتوں اور دنیا پر پاکستانی قوم کی وحدت اور مکمل یکجہتی کا اظہار۔

۴۔ اس پلیٹ فارم کے ذریعہ قوم کو گروہی، مذہبی، علاقائی، لسانی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر تفریق و انتشار کی سازشوں سے بچانا۔

۵۔ پوری قوم کو پاکستان کے نظریاتی سرحدات اور اسلامی تشخص بچانے کیلئے متفق اور منظم کرنا۔ پاکستان کے اسلامی شعائر مساجد دینی مدارس، خانقاہوں، دعوت و تبلیغ کے مراکز پر آنچ نہیں آنے دینا۔

۶۔ پاکستان کے اندر لادینی سیکولر لبرل اور منافق عناصر کو تنبیہ کرنا کہ اس ملک کے غیور مسلمان یہاں غیر اسلامی عزائم کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

۷۔ اس ملک کو غیر ملکی اثرات سے پاک کر کے ملک میں مکمل اسلامی فلاحی ریاست کیلئے قیام کیلئے راستہ ہموار کرنا

۸۔ ملک کو پڑوسی ملک بھارت کی سازشوں اور جارحانہ عزائم سے بچانا، اور کشمیر وغیرہ، اہم مسائل حل ہوئے بغیر دوستانہ روابط کا مقابلہ کرنا۔

۹۔ آزادی کی جنگ لڑنے والے غیور کشمیریوں کی مکمل تائید اور پشت پناہی۔

۱۰۔ افغانستان کی آزادی کے لئے برسرپیکار طالبان اور دیگر مزاحمتی قوتوں کی مکمل اخلاقی تائید۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

فکرِ عقبیٰ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم صلی الله علیه وسلم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (توبه ۸۱) ترجمہ: ''سووہ ہنس لیں تھوڑے اور روئیں بہت سا۔ یہ بدلہ اس کا جو وہ کماتے ہیں''

عن ابی هریرة قال قال ابوالقاسم صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیر اولضحکم قلیلا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری روح ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ ہوگا بہ نسبت ہنسنے کی' یعنی اسمیں کافی کمی آجائے گی۔

منافقین کا انجام:

محترم سامعین! مالک الملک آیت کریمہ میں ان منافقوں کے انجام کا ذکر فرما رہے ہیں جو اسلام' مسلمانوں اور شعائر اسلام کا مذاق اڑاکر ان پر ازراہ توہین ہنستے ہیں چند روزہ زندگی میں اپنی بے ہودہ حرکات کے طور پر ہنس لیں' اس عارضی' فانی اور چند روزہ زندگی کے خاتمہ پر پھر تمہارا رونا ہی رونا مقدر ہوگا۔ اور آنے والی زندگی کی انتہا بھی نہیں۔ کیا ہی بیکار اور عقل کی کسوٹی سے عاری سودا ہے تمہارا کہ اس حقیر زندگی کی عیاشی اختیار کر کے دائمی زندگی کی پر کیف زندگی کو مستقل عذاب میں بتدیلی کردیا۔ اس سے یہ سمجھ کر بے فکر ہوجانا کہ چلو یہ تو کفار' بدکاروں اور منافقین کو خطاب اور ان کی مذمت و سزا کا حکم ہے ہمیں اس سے کیا۔

اللہ کے دوست و دشمن:

یاد رکھیں! اللہ جل جلالہ کسی ذات سے محبت یا دشمنی نہیں بلکہ ان افعال و اعمال سے تعلق ہے جن کا ارتکاب یہ فرد کر رہا ہے۔ اگر اس کا کردار و عمل ایسا ہے جو اللہ کے رضا اور خوشنودی کا سبب ہے تو یہ بندہ اللہ کا محبوب اور اللہ اس کا محبوب' پھر یہ اس جماعت کا ایک فرد بن جاتا ہے' جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے والذین آمنو اشد حبا للہ یعنی جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی محبت میں سچے' پکے اور مضبوط ہوتے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ جس شخص کے دل

میں اللہ کی محبت نہیں ہوتی الٹا وہ اللہ کے احکامات کی توہین وتحقیر کرتا ہے وہ مسلمانی کی نعمت سے محروم ہے اسی طرح اگر اس فرد کا عمل وکردار کفار کے اعمال کی طرح ہے تو وہ اللہ کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے اور اس کا آخری انجام کفار کی طرح ہوگا۔ یہ قاعدہ صرف اس تلاوت شدہ آیت کے بارہ میں نہیں بلکہ قرآن نعوذ باللہ قصہ گوئی اور تاریخی واقعات کے ذکر کرنے والی کتاب نہیں بلکہ جن اقوام اور امتوں کے برائیوں کا تفصیلی ذکر اور راہ راست پر نہ آنے کی صورت میں عذاب دینے والے واقعات، جہاں ایک مخصوص قوم کو صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہے ان تمام واقعات واحکام کا ذکر قیامت تک آنے والے نسل انسانی کے عبرت، اور ہدایت کی راہ چلنے کی دعوت عام ہے۔ کہ جن عوامل واعمال کی وجہ سے انسانوں کی بستیاں نیست و نابود کردی گئی روز محشر تک آنے والا انسان ان اعمال سے بچتا رہے، ورنہ یہ بھی اسی سزا کا مستحق ہے جسے امم سابقہ کے افراد نے اللہ کی نافرمانی کی صورت میں بھگتا۔

حاکم حقیقی اور حاکم عارضی

آئے روز آپ سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں کہ دنیا میں ایک حاکم وقت کی بغاوت پر باغی کی سرزنش اور سر کاٹنے یا پھانسی کی سزا ہوجاتی ہے اس سے اگر ایک عقل وخرد سے خالی فرد یہ سمجھے کہ یہ تو فلاں شخص کی سزا ہے مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے، ایک باغی کو اس فانی وچند روزہ اقتدار پر بیٹھا آدمی موت کی سزا اسلئے دیتا ہے کہ جب تک میں مسند اقتدار پر براجمان ہوں، رعایا کا کوئی دوسرا فرد اس جرم کو کرنے کا تو کیا تصور بھی نہ کرے حالانکہ اللہ کی بادشاہت، حاکمیت اور مالکیت کے سامنے دنیا کے حاکم اور عارضی اقتدار پر بیٹھے شخص کی ذرہ برابر حیثیت نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

جامع دستور حیات:

قرآن مجید وہ کامل ومکمل اور قیامت تک وجود میں آنے والی نسلوں کے لئے ایسی جامع دستور حیات ہے کہ اس کے کسی ایک آیت بلکہ لفظ کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے بارہ میں تھا، اب اس پر عمل کی ضرورت نہیں ایسا سمجھنے والے کو دانشور، روشن دماغ تو کیا انسان بھی سمجھنا انسانیت کی تحقیر ہے، جن آیات وواقعات میں ایمان سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا گیا، ہمیں اور ہمارے آنے والوں کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے کہ ان زیر عتاب لوگوں کے عذاب کے اسباب ہمارے اندر موجود ہیں یا نہیں۔

ہنسنے ہنسانے کا وبال:

محترم سامعین! زیادہ ہنسنا اور دنیا کی رنگینیوں میں گم ہوجانا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں میں خوف خداوندی کا احساس، اللہ کی عظمت، اس کے عذاب سے نجات اور فکر آخرت کا تصور کم تر ہوتا جارہا ہے، بدقسمتی سے اس دور کے مسلمان بھی ہنسانے، ہنسنے، دنیوی عیش وعشرت اور راحت وچین میں ایسے غرق ہوگئے کہ جس مقصد کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا وہ ہم سب بھول گئے کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے۔ جس میں ہمارے ہر عمل کا محاسبہ ہوگا، نجات حاصل کرنے کی راہ میں

شدید ترین کٹھن مراحل ہر مسلمان نے طے کرنے ہیں، صبح وشام دنیا کے حاصل کرنے کے ذرائع اور وسائل حاصل کرنے کیلئے ہر فرد اپنے اپنے ہمت اور طاقت سے بڑھ کر زور لگا رہا ہے، جائیداد ہو، موٹر کار ہو، بنگلہ سب سے اعلیٰ ہو۔ الغرض جتنی رغبت اور محنت دنیا کیلئے ہے آخرت میں کامیابی کی وہ محبت اور اس کا اتنا شوق نہیں۔ ظاہری طور پر مسلمانوں کے موجودہ کردار سے معلوم ہو رہا ہے کہ آخرت کے معاملات سے یہ یکسر انکاری ہیں۔

مصائب محشر:

ورنہ خطبہ کے ابتداء میں آیت کریمہ کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارشاد جو میں نے پیش کیا جس کا خلاصہ یہ کہ اس مختصر سی زندگی کے بعد جن احوال کا آپ لوگوں کو سامنا کرنا ہے یعنی عالم برزخ، روز قیامت کے مشکلات حق تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ہولناک عذاب اور نتیجہ جو مجھے معلوم ہے جس کی وجہ سے میرے دل پر ہر وقت غم وفکر لاحق ہوتا ہے اے میرے امتیو! اگر تم بھی ان تمام پیش ہونے والے مصائب سے آگاہ ہو جاؤ تو خوف وہیبت کے مارے تم لوگ ہنسنا بھول جاؤ بلکہ اپنا زیادہ تر وقت رونے اور غم میں صرف کرو گے۔ اخروی کامیابی جو کہ اعلیٰ ترین چیز ہے کیلئے قربانی دے کر دنیا اور اس کے مال ومتاع جو حقیر ترین اشیاء ہیں حاصل کرنے والوں کو کیا یہ معلوم ہے کہ خاتم الانبیاءؑ کے ارشاد گرامی میں اس بے وقعت چیز کی اللہ کے ہاں کیا قدر وقیمت ہے۔

دنیا کی حقیقت:

فرمان نبویؐ ہے: وعن سهل بن سعد رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لو كانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقىٰ كافراً منها شربة (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس دنیا کی اگر اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر وقیمت ہوتی تو اللہ جل شانہ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔

کافر تو خدا کا دشمن ہے۔ یہاں دنیا کا معمول بھی یہی ہے کہ ایک دشمن اپنے مخالف کو قطعاً وہ چیز نہیں دیتا جس کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت ہو، دنیا کے حقیر ہونا کا سبب یہی ہے کہ اس جلد ختم ہونے والے مال ومتاع کو جس طرح اپنے صالحین کو عطا فرمایا اس سے زیادہ سرکشوں کو دیتا ہے۔ یہ زیادہ دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں بلکہ ثبوت ہے اس بات کی کہ جیسے کفار کفر کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہیں، اللہ کے ہاں انکو اس کے دیئے گئے مال کی حیثیت بھی ذلیل ہے۔

حصول رزق حلال:

ہمیشہ آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں کہ حلال مال کا حصول ممنوع اور قبیح نہیں بلکہ دین میں اس کے حاصل کرنے کی ترغیب بار بار دی گئی مگر یہ اجازت ہے مشروط ہے کہ دنیا کے مال ومتاع کے محبت میں اتنا ڈوبنا کہ مالک الملک اور مسبب

الاسباب سے غافل ہوکر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی زندگی کے کسی حصہ میں خیال ہی نہ رہے۔ یہ دنیا اور اسکے اسباب تو حسنات حاصل کرنے کا آلہ ہیں نہ کہ مقصد اعلیٰ ہے۔

فکرِ آخرت:

یہی وجہ ہے کہ جس کے دل ودماغ میں ہر وقت یہ بات کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہوکر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حساب دینا ہے تو سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ہر وقت مسکرانے اور لہو ولعب میں مصروف رہے' بلکہ اسے اپنے اعمال و گفتار میں اللہ کی نافرمانی پر رونے اور گناہوں سے مغفرت کی فکر لاحق ہوجاتی ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں اس مختصر سے عالم دنیا میں تو مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جب امکان ہو کہ زندگی کے چند لمحات میں کسی آفت یا آزمائش کا سامنا کرنا ہے تو سنتے ہی عیش وعشرت اور ہنسنے کا سوال تو پیدا نہیں ہوتا' آرام' سکون اور راحت بھی اذیت میں بدل کر ہر وقت اس آنے والے آزمائش سے محفوظ رہنے کے لئے گریہ وزاری اور راہیں تلاش کرنے میں لگ جاتے ہیں جبکہ موت کے بعد پیش آنے والے مصائب کے سامنے دنیاوی آفات کی کوئی حیثیت نہیں۔ دنیوی مصائب میں خیر کے کئی پہلو مضمر ہوتے جبکہ آخرت کی اذیت (اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے) میں خیر کا شائبہ تک نہیں۔

صحابہ کرام کی کیفیت ضحک:

محترم حاضرین! آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط بلکہ فطرت کے مطابق مذہب ہے اس کے ہر حکم میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مسکرانے اور ہنسنے کی مذمت سے یہ نہ سمجھیں کہ اسلام میں مسکرانا بالکل شجرہ ممنوعہ ہے آنحضرت ﷺ بھی ہنستے' صحابہ رضوان اللہ بھی ہنسی مذاق کرتے' مگر ہمارا اور ان مقدس ہستیوں کے مسکرانے میں زمین وآسمان کا فرق ہے' جلیل القدر صحابی حضرت قتادہ صحابہؓ کے ہنسنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔

وعن قتادہ قال سئل ابن عمرؓ ھل کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یضحکون قال نعم والایمان فی قلوبھم اعظم من الجبل وقال بلال بن سعد ادرکتھم یشتدون بین الاغراض ویضحک بعضھم الی بعض فاذا کان اللیل کانوا رھبانا (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت قتادہ روایت کررہے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کے صحابہ ہنسا کرتے تھے' ابن عمر نے فرمایا ہاں' حالانکہ ان کے دلوں میں (ہنستے وقت) پہاڑ سے بھی بڑا ایمان موجود رہتا اور حضرت بلال بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کو اس حالت میں پایا کہ وہ (مشق کرتے ہوئے) تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑنے میں مصروف ہوتے اور ایک دوسرے کی باتوں پر ہنستے رہتے مگر جب رات آتی تو وہ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہوجاتے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی ہنسی دنیاداروں کی طرح نہ ہوتی بلکہ ایسے حالت میں ان کا ایمان اور خوف خدا کامل ان کے اندر موجود رہتا۔

صحابہ کرام کی فکر آخرت:

رات کو عبادت کا وقت ہوتا ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز، ان کا رابطہ صرف اللہ سے قائم رہتا۔ اپنے مالک و خالق کے سامنے عجز و انکساری کا مجسمہ بن کر روتے اور گڑگڑاتے، صحابہ کرامؓ کا ایمان کامل تھا، دنیا کی عیش و عشرت اور رنج و الم اس قابل ہی نہیں کہ تمام عمر اس بارہ فکر مند رہنا پڑے بلکہ اصل فکر و غم کرنا یہ تھا کہ کیسے آخرت کی خوشی حاصل کی جائے، اور عذاب سے محفوظ رہنا نصیب ہو، عمر بھر یہ حضرات اسی فکر اور جذبہ کو حاصل کرنے والے اسباب پر عمل کرتے رہے تو موت کا خوف ان سے معدوم ہو کر موت آنے پر وہ خوش ہوتے، میدان جہاد میں جب شہادۃ کا موقع ملتا، آخری جملہ ان کے مبارک زبان پر یہ ہوتا ''فزت ورب الکعبۃ'' رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔

شقی و سعید:

اور جنہوں نے اس دنیا کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا کہ یہی مقصد حیات ہے عیش و عشرت اور ہنسی مذاق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، ایسے لوگ موت سے خوف زدہ رہتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زندگی میں اللہ کی ملاقات کے طلبگار نہ تھے۔ نتیجہ رب العالمین بھی ان سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ پھر جب یہ بدبخت قرآن، احادیث، علماء اور صلحاء سے سنتے ہیں کہ ان نافرمانوں کا سخت سزاؤں سے واسطہ پڑے گا، اپنی گمراہی پر رو کر موت کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور جو نیک بخت موت کو پسند کرتا ہے، اس کو جب حالت نزع اور توبہ قبول نہ ہونے کا وقت آ جاتا ہے اور اس صالح اور متقی مومن کو اپنے رضا و خوشنودی اور جنت میں داخلہ کی خوشخبری جب اللہ کی طرف سے دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے زندگی کے مقابلہ میں موت سے محبت ہو جاتی ہے کہ جلد موت آ کر ان عظیم انعامات کو حاصل کرنے کیلئے عالم دنیا سے رخصت ہو جاؤں ان نوازشات کا ملنا موت کے بعد ہی ہے۔ ''الموت یوصل الحبیب'' دریا کے ایک کنارے عاشق ہو اور دوسرے کنارے معشوق۔ عاشق معشوق کی ملاقات تب کر سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی رابطہ اور پل وغیرہ ہو جس کو کراس کر کے دوسرے طرف پہونچ جائے۔ اسی طرح ایک پارسا مسلمان جو اپنے رب کا محب اور رب اس کا محبوب ہے، اس سے ملاقات کی نعمت تب حاصل ہوگی جب محب موت کا مرحلہ طے کر لے۔ اسی ذوق و شوق کے پیش نظر صحابہ اور اللہ کے نیک بندے موت کا استقبال کرنے ہر وقت تیار رہتے۔

سنگ دلی کی علامت:

محترم دوستو! ذکر کر رہا تھا کہ قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ حد سے زیادہ مسکرانا بالخصوص قہقہے یہ سنگدلی و موت اور آخرت سے غفلت کی نشانی ہے، بزرگوں سے منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جب حضرت موسیٰؑ سے واپسی کی رخصت لینے لگے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نصیحت فرمانے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا اے موسیٰ جھگڑے سے بچو۔ بغیر ضرورت سفر سے اجتناب کرو، بلاوجہ ہنسنے سے اجتناب کرو، خطا کاروں کو ان کی خطاؤں پر شرمندہ نہ کرو اور جب کسی

عمل میں کوتاہی ہو جائے تو رویا کرو۔

ہنسنے کا شرعی طریقہ:

یہ یاد رکھیں مطلق ہنسنا مذموم نہیں بلکہ ایسے ہنسنے کی قباحت بیان کی گئی ہے جو حد سے تجاوز کر کے قہقہہ کی صورت اختیار کر جائے جیسے ہمارا ہنسنا کہ غیر اخلاقی وغیر مہذب صورت بنا کر قہقہے میں بدن کے تمام اعضاء کو شامل کرنے کے بعد اپنے منہ سے عجیب وغریب آوازیں نکالنے کی کوشش بھی کر دیتے ہیں' زور دار قہقہوں سے جب تک آنتوں میں درد شروع نہ ہو بس نہیں کرتے ان گناہ بے لذت جیسے اعمال میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اگر ہم ان قیمتی لمحات کو حضور ﷺ کے ارشاد کہ زندگی کی لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا زیادہ استحضار کرو' کے مطابق خرچ کرتے تو ان بے مقصد اعمال وحرکات میں وقت ضائع کرنے کا دل میں شوق ہی پیدا نہ ہوتا' مسکرانا جس کو تبسم سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے روایت ہے

مسکرانا سنت ہے:

عن عائشہؓ ما رایت النبی ﷺ مستجمعاً ضاحکا حتی اری منه لهواته انما کان یتبسم (رواہ البخاری) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو بھی (اس حالت میں) نہیں دیکھا کہ (ہنسنے میں) آپکا منہ (اتنا) کھل گیا ہوں کہ مجھے آپؐ کے حلق کا مسوڑھا نظر آیا ہو۔ بلکہ اکثر وبیشتر آپ کا ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک رہتا۔ آنحضرت ﷺ جب صحابہ سے کفر کے دور کے وہ واقعات جن کا سننا شرعی لحاظ سے جائز ہوتا ان میں ہنسنے کا واقعہ ہوتا تو اس پر مسکراتے۔ میری معلومات کے مطابق آپ کبھی بھی قہقہہ کی صورت میں نہیں ہنسے۔

حسن بصری کے اقوال:

آیت فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں' دنیا میں تھوڑا بھی ہنسنا دوزخ میں شدید رونے کا سبب بنے گا' اور کس قدر حیرت وتعجب کا مقام ہے اس سے زیادہ ہنسنے والے پر جسے دوزخ درپیش ہے اور اس خوشیاں منانے والے پر جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے۔ ہم تو اتنے سنگ دل ہو گئے کہ کسی واعظ کا اثر ہم قبول ہی نہیں کرتے اللہ کے نیک بندے نصیحت کرنے والے کی ایک بات سن کر اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ حسن بصریؒ کا گزر ایک ایسے نوجوان کے قریب سے ہوا۔ جو خوشی سے ہنس رہا تھا' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا تم نے پل صراط (کامیابی سے) عبور کر لیا ہے کہا نہیں پھر پوچھا کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارا داخلہ جنت میں ہو گا' جواب میں کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر یہ ہنسی (کس خوشی میں) ہو رہی ہے' حسن بصریؒ کی یہ بات اس جوان کے دل کو ایسی لگی کہ توبہ تائب ہو کر اس نوجوان کو کبھی کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

ہمیں تو آنحضرت ﷺ تعلیم دے رہے تھے کہ اللہ کے خوف سے رویا کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونے والے کی شکل وصورت و

کیفیت اختیار کرو۔

گریہ وندامت کی تعلیم

وعن انسؓ عن النبی ﷺ قال یا ایھا الناس ابکو افان لم تستطیعوا فتباکو ا فان اھل النار یبکون فی النار حتی تسیل د موعھم فی و جو ھھم کا نھا جدا ول حتی ینقطع الدموع فتسیل الدماء فتقرح العیون فلوان سفنا ازجیت فیھا لجرت (رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ حضور ﷺ سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگوں (اللہ اور اسے حساب دینے کے خوف سے) روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤ (یعنی موت کے جن احوال کا سامنا کرنا پڑے گا ان کا تصور کرو جو اللہ کے خوف سے دل کی سختی کو ختم کرنے اور رلانے پر مجبور کردے) کیونکہ دوزخی جہنم میں اتنا روئے گیں (اللہ ہم سب کو اس رونے سے بچائے) کہ آنسو ختم ہو کر خون کے آنسوان کے چہروں سے اس طرح بہنا شروع کردیں گے جس طرح نالیوں میں پانی جاری ہو جاتا ہے۔ خون کے کثرۃ جریان سے ان کی آنکھیں لہولہان ہو جائیں گی اور آنکھوں سے آنسو اور خون کا نکلنا اتنا زیادہ ہوگا کہ نیچے جمع ہونے کے بعد نہر اور دریا کی طرح ڈھلوان کی طرف بہنا شروع کردے گا اگر ان بہنے والے آنسو اور خون میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں (جیسے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں)۔ ان آنکھوں سے بہنے والے آنسو اور خون میں چلنے لگیں گی

جو زیادہ ہنستا ہے

حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے (ندامت، پشیمانی، اللہ کے سامنے مغفرت کیلئے رونے کی بجائے) اور اس پر ہنستا بھی ہے وہ دوزخ میں روتا ہوا داخل ہوگا اور یہ بھی بزرگوں کے واسطہ سے منقول ہے کہ دنیا میں زیادہ ہنسنے والا آخرت میں بہت روئے گا اور دنیا میں اللہ کے خوف سے زیادہ رونے والا جنت میں خوش وخرم اور خوب ہنسے گا۔

رونے والی آنکھ

محمد بن عجلانؒ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی ماسوائے ان تین آنکھوں کی:

(۱) وہ آنکھ جو دنیا میں اللہ کے خوف سے روتی رہی۔ (۲) وہ آنکھ جو حلال اور ناجیز چیز اور مقام سے بچتی رہی۔ (۳) وہ آنکھ جو اللہ کی وجہ میں بے خواب رہی، جیسے اللہ کے دین کے اعلاء کیلئے مجاہدین کی چوکیداری اور حفاظت پر رات بھر مامور ہے یا رات بھر اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے عبادت اور گریہ زاری میں مصروف رہے

اچھے اور برے افعال کے اثرات

انسان دنیا میں اچھا یا برا جو عمل کرتا ہے اسکے اثرات دنیا میں بھی وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے حضرت ابو

ھریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔اے ابوھریرہ پرہیزگاری کی راہ اختیار کر جسکا فائدہ یہ ہوگا کہ (دنیا میں) زیادہ عبادت کرنیوالے بن جاؤ گے' قناعت اور صبر اپنے آپ میں پیدا کر جس کا اثر یہ ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ شکر گزار اور صابر بن جاؤ گے اور لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے چاہتے ہو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ (اللہ) ایسے عمل کرنے والے کو کامل مومن کے مقام پر فائز کردے گا۔اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا مسلمان بن جائے گا اور بہت کم ہنسا کر کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کردیتا ہے۔

نور ایمان سے خالی چہرہ

محترم دوستو! آپ خود بھی مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ جو شخص موت کے بعد کے حالات سے بالکل بے فکر ہو ہر وقت ہنسنے اور دوسروں کو ہنسانے کے مشغلہ میں ہمہ وقت مشغول رہتا ہے اسکے چہرے کا رنگ ڈھنگ ایمانی چمک سے عاری ہو کر ایک مسخرہ کی حیثیت حاصل کرلیتا ہے جس کے بارہ میں حادی برحق صلعم کا ارشاد ہے:-

عن ابی ذرؓ قال دخلت علی رسول اللّٰہ صلعم فقلت یا رسول اللّٰہ اوصنی فذکر الحدیث بطولہ الیٰ ان قال علیک بطول الصمت فانہ مطردۃ الشیطان وعون لک علی امر دینک ، قلت زدنی قال وایاک و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب ویذھب بنور الوجہ (رواہ البیھقی)

ترجمہ:　حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے نصیحت فرمادیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا، زیادہ وقت خاموشی اختیار کر (خاموشی) شیطان کو (انسان سے) دور بھگا دیتی ہے اور نیکی کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا مزید نصیحت کیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا، زیادہ ہنسنے سے بچتے رہو کیونکہ یہ عمل دل کو مردہ اور چہرے کی نور کو ختم کردیتی ہے۔

جہنم کی گہرائی میں پڑنے کی وجہ

جو شخص صرف لوگوں کو ہنسنے اور ہنسانے کیلئے مسخرہ بن کر بے بنیاد اور لھو ولعب پر مبنی باتیں گھڑتا ہے اسکے بارہ میں فرمایا: **عن ابی سعید الخدریؓ یرفعہ قال ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لا یرید بھا باسا الا لیضحک بھا القوم فانہ لیقع منھا ابعد من السماء (رواہ احمد)**

ترجمہ:　حضرت ابوسعید خدری حضور صلعم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا (جو) آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کیلئے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں (یہ) کوئی حرج (یا گناہ) نہیں سمجھتا لیکن اسکی وجہ سے زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ سے زیادہ گہرائی میں جہنم پہنچ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو بے مقصد اعمال واقوال سے محفوظ فرماکر اپنے رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بننے والے اعمال پر چلنے کی توفیق سے مالامال فرمادیں۔ آمین

مولانا عبدالرؤف فاروقی

جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

دفاع پاکستان کونسل کیوں معرضِ وجود میں آئی؟

اس کے مقاصد اور اہداف کیا ہیں؟

لاہور، راولپنڈی اور ملتان، کراچی، اسلام آباد میں بڑے بڑے عوامی اجتماعات منعقد کرنے اور جہادی جذبے کے ساتھ امریکی جارحیت کا جواب دینے کا مسلسل اعلان کرنے والی دفاع پاکستان کونسل کیا ہے؟ اور اس کے مقاصد و اہداف کیا ہیں؟ یہ جاننا ہر محب وطن شہری کے لئے ضروری ہے، جبکہ امریکہ اور اس ذہنی، فکری اتحادی اور غلام اس کے متعلق جان چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں تشویش بلکہ خطرے کی لہر دوڑ گئی ہے اور واویلا مچا ہوا ہے۔ کوئی اسے کالعدم جماعتوں کی سرگرمیوں سے تعبیر کر رہا ہے۔ کوئی خفیہ اداروں یعنی ایجنسیوں کا کھیل سمجھ رہا ہے، کسی نے اسے چلے ہوئے کارتوس اور ضیاء الحق کی باقیات قرار دیا ہے۔ جبکہ امریکہ اسے اپنے عزائم کے لئے خطرے کی گھنٹی سمجھ کر حکومتِ پاکستان سے اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ جب امریکہ کی طرف سے واویلا اور امریکہ کے اتحادی اور غلام حکمرانوں کی طرف سے دفاع پاکستان کونسل کے خلاف پروپیگنڈہ عروج پر ہے، تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کا پس منظر، اس کے خدوخال اور اس کے اہداف پر ایک نظر ڈالی جائے۔

نائن الیون کے بعد امریکہ نے اپنے اتحادی ممالک کی مشترکہ فوج کے ساتھ افغانستان کی امارت اسلامیہ اور طالبان کی حکومت پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو پرویز مشرف نے پاکستان کے حکمرانوں کے طور پر اس کے فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کیا اور پاکستان کی فضاء، سمندر، زمین، اداروں اور فورسز کو بھی امریکہ کی اس جنگ میں ایک پڑوسی اسلامی ملک کے خلاف جارحیت کا حصہ بنایا اور پھر اس خطے میں آگ اور بارود کا کھیل شروع ہو گیا۔ افغانستان میں طالبان کا قتل عام کیا گیا اور پاکستانی قبائلی علاقوں میں طالبان کے ٹھکانوں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ امریکی اتحادی افواج نے ڈرون حملوں کی صورت میں جبکہ پاکستان کی مسلح افواج نے آپریشن کے نام پر خطے میں خون ریزی کی ایک المناک تاریخ رقم کی۔ یہ سلسلہ آٹھ برس تک جاری رہا اس دوران افغانستان پر حملہ آور افواج کو تمام تر امداد پاکستان کے راستے فراہم کی جاتی رہی اسے معروف اصطلاح میں ''نیٹو سپلائی'' کہا جاتا ہے۔ پاکستان کی آزادی اور خود مختاری تو مسلسل پامال ہو رہی

تھی لیکن آپریشن ایبٹ آباد کی صورت میں امریکہ نے براہ راست پاکستان کی سالمیت اور آبرو پر حملہ کر دیا جب اس کے ہیلی کاپٹروں نے پاکستان میں داخل ہو کر ایبٹ آباد جیسے شہر میں، اسلام اور مسلمانوں کے ہیرو اور جہاد کی ایک بڑی علامت، شیخ اُسامہ بن لادن کو شہید کر دیا اور ان کی میت کو بھی اُٹھا کر لے گئے۔ پاکستان کی مسلح افواج کہاں تھیں؟ فضائیہ نے کیا کردار ادا کیا اور حکمرانوں کا اس پر ردعمل کیا تھا؟ اس کا تجزیہ کیا جائے تو رسوائی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا اپنی خود مختاری کے ساتھ اپنے اداروں کی بے حسی پر ماتم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ مزید براں پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس اور حکومتی آل پارٹیز کانفرنس کی قرارداد کے باوجود امریکہ کے اس اعلان نے کہ وہ آئندہ بھی پاکستان میں طالبان کے ٹھکانوں پر حملہ کرے گا اور اُسے اس سلسلے میں حکومت پاکستان یا پاک فوج کو اعتماد میں لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پاکستان کے محب وطن اور غیرت مند لوگوں کے دلوں میں اضطراب اور بے چینی کی صورت پیدا کر دی لیکن ان کے سامنے کوئی راستہ نہ تھا اور راستے کی تلاش میں اُن کی فکر پریشان تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نے ان مضطرب رہنماؤں کو جمع کر کے مشاورت کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ جمعیۃ کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا سمیع الحق کی دعوت پر پندرہ بیس رہنما 12 اکتوبر 2011ء کو اسلام آباد کے ایک مقامی ہوٹل میں جمع ہوئے اور حالات کے تجزیے، وقت کے چیلنج، قومی ضرورت، ملی حمیت اور ملکی سالمیت کو بنیاد بنا کر انہوں نے پاکستان کے دفاع کے لیے ہر طرح کی قربانیوں کا عزم کیا۔ امریکہ اور اس کے اتحادی حکمرانوں کو ایک پیغام دینے کے لئے پوری قوم سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا اور دفاع پاکستان کونسل کے نام سے ایک ایسا پلیٹ فارم تجویز کیا جو دفاع پاکستان کے لئے ہر طرح کی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر قوم کو امریکی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اُس طرح تیار کریگا جس طرح افغانستان میں طالبان نے مقابلہ کر کے ایک نمونہ پیش کیا تھا۔ اجلاس میں شریک تمام رہنماؤں کے بے پناہ اصرار پر مولانا سمیع الحق نے اسکی سربراہی قبول کی۔ ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے کنوینر جناب جنرل حمید گل صاحب قرار پائے جو افغانستان پر سوویت یونین کے قبضے کے وقت سے مجاہدین کے معاون اور فکری ہمنوا تھے اور امریکی جارحیت پر بھی اُن کا نظریہ اور ردعمل کسی سے مخفی نہیں۔

دفاع پاکستان کونسل کے اہداف:

مولانا سمیع الحق ملک کی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ہمیشہ قومی بحرانوں کے دوران قوم کی رہنمائی کی ہے۔ بطور خاص افغان جہاد اور امریکی جارحیت پر ان کا عقیدہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، انہوں نے ہمیشہ افغان جہاد کی تائید کی۔ سرپرستی کی، حمایت کی اور مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور جمعیۃ علماء اسلام کا کردار اس سلسلے میں نمایاں ہے۔ اپنے اور پرائے سب کے سب جمعیۃ علماء اسلام کو جہادی قوتوں کا سرپرست دارالعلوم حقانیہ کو مجاہدین کا عالمی مرکز اور مولانا سمیع الحق کو سامراجی قوتوں کے مقابلے میں دنیا بھر کے مظلوموں اور مجاہدوں کا پشتیبان سمجھتے ہیں۔ امریکہ کو القاعدہ اور طالبان کے بعد جس ''حقانی نیٹ ورک'' نے تشویش اور خوف میں مبتلا کر رکھا ہے اس کا سلسلہ بھی

حقانیہ کے ساتھ ہی جوڑا جاتا ہے اور انہوں نے سوویت یونین اور پھر امریکہ کے خلاف افغان جہاد میں جس جرأت و بہادری کے ساتھ جہاد اور مجاہدین کی وکالت کی اس کے تناظر میں وہی اس کے مستحق ہے کہ انہیں دفاع پاکستان کونسل کا چیئرمین چُنا جاتا اور اب وہ پاکستان کی سرزمین پر امریکہ کے خلاف ممکنہ جہاد کی قیادت کرتے۔ چنانچہ اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ہوا اور دفاع پاکستان کونسل کے نام پر پاکستان بلکہ اس خطے کی تاریخ میں ایک نئے سفر کا آغاز ہوا اور درج ذیل اھداف تجویز کیے گئے:۔

- امریکی جارحیت کی صورت میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے پہلے سے قوم کو بیدار کیا جائے اور اس کے دلوں میں جہادی روح پھونکی جائے۔ پاکستان کے جغرافیہ، نظریہ، سالمیت، خودمختاری اور آزادی کا دفاع ہر قیمت پر کیا جائے اور اس کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔
- پاک فوج حکومت اور سیاستدانوں کو احساس دلایا جائے کہ امریکی اتحاد نے ملک کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ خطے میں بدامنی، پاکستان کی معاشی و معاشرتی بدحالی اور قومی وحدت کا فقدان اسی اتحاد کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا فوراً امریکی اتحاد سے جان چھڑائی جائے۔
- پارلیمنٹ کی مشترکہ قراردادوں پر عمل کرایا جائے اور امریکہ کو منہ توڑ جواب دیا جائے۔
- نیٹو سپلائی بند کردی جائے اور افغانیوں کے قتل عام میں مزید ایک لمحے کے لئے بھی امریکہ کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔

ان اھداف کو حاصل کرنے کے لئے تمام محب وطن جماعتوں، شخصیات اور مذہبی وسیاسی تنظیموں سے بلاامتیاز مسلک وفرقہ و مذہب وسیاست رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا چنانچہ لاہور اور پھر اسلام آباد میں آل پارٹیز کانفرنسیں منعقد کی گئیں اور پھر عوامی بیداری کے لئے عوامی اجتماعات منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے مطابق 18 دسمبر کو مینار پاکستان لاہور میں دفاع پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں جماعتوں کے نمائندوں اور قوم نے جس جذبے کے ساتھ شرکت کی اس نے ہر کسی کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ جہاں قومی جذبے نے ایک نئی زندگی حاصل کی وہاں تجزیہ کار حواس باختہ ہوگئے اور امریکی اتحادی قوتوں نے اسے اپنے لئے قوم کی طرف سے بجاطور پر مقابلہ کا کھلا اعلان سمجھا۔

اس کانفرنس میں جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ علماء پاکستان، جماعت اسلامی، جماعۃ الدعوۃ، اہلسنت والجماعت، انصار الامۃ، تحریک خلافہ اسلام، مسلم لیگ عوامی، مسلم لیگ ضیاء، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، سواد اعظم اہل سنت، متحدہ جمعیۃ اہل حدیث، جماعت اہل حدیث، انجمن خدام الدین، پاکستان مشائخ وعلماء کونسل اور دیگر جماعتوں کی قیادت نے خطاب کیا۔ جنرل حمید گل نے ایک نیا جذبہ دیا اور دفاع پاکستان کونسل کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق نے دفاع وطن، اسلامی نظام کے نفاذ اور امریکی جارحیت کے خلاف سروں پر کفن باندھ کر

میدان میں نکلنے کا حلف لیا اور پانچ لاکھ افراد نے حلف کی صورت میں عہد کیا کہ وہ اسلامی نظریے پر معرض وجود میں آنے والے ملک کے لئے ہر طرح کی قربانی دیں گے لیکن اس کی سالمیت اور خود مختاری پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اگر امریکہ نے پاکستانی سرحدات کو پامال کرنے کی کوشش کی تو پاکستان میں بھی اُسے افغانستان کی طرح بلکہ اس سے بھی شدید مزاحمت کا سامنا ہوگا۔

مولانا سمیع الحق کے اس حلف نامے نے عوام میں ایک جہادی روح پھونک دی اور اس کا مظاہرہ راولپنڈی اور ملتان کی عوامی کانفرنسوں میں دیکھنے میں آیا اور پھر کراچی میں بڑی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دفاع پاکستان کونسل میں شامل تمام جماعتیں اپنے اپنے انداز سے اپنے ولولے کیساتھ اس کے انتظامات، تشہیری مہم اور عوامی رابطے میں مصروف عمل رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے رابطوں کا محور دینی مدارس، علماء طلباء اور مذہبی سوچ رکھنے والے نظریاتی عوام تھے۔ مولانا سمیع الحق نے خود حضرت مولانا سلیم اللہ خان اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم اور دیگر جید علماء سے ملاقاتیں کیں۔ جبکہ جمعیت کے دیگر رہنماؤں نے حتی الامکان تمام مدارس کا دورہ کیا اور ہر طرف سے انہیں تائید، حمایت، سرپرستی، تعاون اور حوصلہ ملا۔ جس کا زبردست مظاہرہ دیکھنے کو ملا۔ ایک عظیم اجتماع مولانا سمیع الحق کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں تمام جماعتوں کی قیادت بھی موجود تھی۔ نام نہاد عالمی برادری، امریکی اتحاد، یہود و نصاریٰ، عالمی شیطانی قوتوں، پاکستان کے حکمرانوں، سیاستدانوں اور خود عوام کی نگاہیں اس کانفرنس پر لگی ہوئی تھیں۔ اوران کی سانسیں رکی ہوئی تھیں کہ دفاع پاکستان کی قیادت کیا اعلانات کرنے والی ہے؟ اور اس پر کان لگائے سب ادارے دم بخود تھے۔ اگر میڈیا لمحہ بہ لمحہ حاضرین و مقررین کے جذبات کو ہر جانب منتقل یونہی کرتا رہے گا تو اندازہ ہو گا کہ اگر

- امریکی جارحیت جاری رہی۔
- حکمران امریکی اتحاد کا حصہ بنے رہے
- نیٹو سپلائی شیطانی چالوں کے ذریعہ بحال کی گئی
- ڈرون حملے جاری رہے۔
- ملکی سالمیت کو نشانہ بنایا جاتا رہا اور
- بے گناہ پاکستانی شہریوں کا خون امریکیوں کے ہاتھوں بہتا رہا تو پھر ردعمل کیا ہوگا۔
- پارلیمنٹ کا گھیراؤ ہوگا
- اسلام آباد میں دھرنا ہوگا۔
- نیٹو سپلائی کے دھانے اور راستے عوامی قوت سے بند کئے جائیں گے۔
- امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کا فیصلہ ہوگا۔
- امریکی اتحادی حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز ہوگا۔
- سول نافرمانی کی جائے گی۔
- پوری قوم کو اس کے حلف کی روشنی مین سڑکوں پر نکل آنے کی کال دی جائے گی۔

- امریکہ کے ساتھ دوستی اور دل میں نرم گوشہ رکھنے والے سیاستدانوں اور اُن کی جماعتوں کی سیاست اور مستقبل کو عبرت ناک بنایا جائے گا۔
- نیٹو سپلائی بحال کرنے کے لئے پارلیمنٹ کے جن ممبران نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا اُن کے ساتھ دشمن کے اتحادیوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ دفاع پاکستان کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سالمیت وخود مختاری کے تحفظ کے لیے اور پھر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے دفاع پاکستان کونسل کو سنگ میل بنائے۔یہ سب کی دعا بھی ہے۔آرزو بھی اور اس کے لئے عملی تگ و دو نقطۂ آغاز بھی!

امتحان ہے، جذبوں کا، قیادت کے اخلاص اور جرأت ایمانی کا، اتحاد واعتماد کے عملی اور مسلسل مظاہرے کا، اور فیصلے کی گھڑی ہے۔ملک کے مستقبل کے لئے، خطہ میں امن کی بحالی کے لئے، سامراج کے ساتھ اعلان جہاد کے لئے اور مسلمانوں کی ہر طرح کی غلامی سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی غلامی کو عملی طور پر اختیار کرنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ امتحان میں کامیابی اور صحیح فیصلے کی توفیق سے نوازے کہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۲ سے) (دارالعلوم کے شب و روز)

دارالعلوم دیوبند (وقف) کے شیخ الحدیث حضرت مولانا خورشید عالم کا انتقال:

دارالعلوم دیوبند (وقف) کے شیخ الحدیث اور نامور عالم دین حضرت مولانا خورشید عالم صاحب کا انتقال ۷ فروری ۲۰۱۲ کو ہوا۔آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی کہ مولانا خورشید صاحب دارالعلوم دیوبند کے سینئر استاذ تھے۔آپ آخری عمر تک دارالعلوم میں مدرس رہے۔آپ بخاری شریف اور مسلم کی کتب پڑھایا کرتے تھے۔اس کے علاوہ دارالعلوم وقف کے دارالافتاء کے سربراہ بھی تھے۔آپ کا نماز جنازہ بعد از ظہر ۷ فروری کو قاسمی قبرستان میں پڑھایا گیا۔دارالعلوم حقانیہ میں ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

واشنگٹن پوسٹ کے نمائندہ کی دارالعلوم آمد:

۸ر فروری ۲۰۱۲ء کو امریکی مشہور اخبار واشنگٹن پوسٹ کے پاکستانی چینہ ۔بیورو مسٹر رچرڈ ایل لائمبا اور ان کی میڈیا ٹیم نے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر ان سے ملکی اور بین الاقوامی صورتحال پر تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔

مولانا یحییٰ نعمانی

افتاء کا موجودہ نظام اور عصر حاضر کے تقاضے

کسی مفتی کا کام دنیا کے سیکولر مروجہ قوانین کے ماہر کی طرح صرف قانون کی دفعات بتا دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ فتویٰ دراصل دینی رہنمائی کے نظام کا نام ہے جس کا رول صرف قانون کی تشریح نہیں، بلکہ اپنے زمانے میں دینی رہنمائی کے نظام کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھیے تو مفتی کا کردار اگر ایک طرف کتاب وسنت اور دین کے حقائق کی ترجمانی ہے تو دوسری طرف اس کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی صورت حال اور خصوصاً دینی صورت حال کے تمام پہلوؤں یعنی عقل ونظر کی کجی وگم راہی، اسلام کے سامنے درپیش چیلنجز، اسلامی شریعت پر وارد ہونے والے اعتراضات، معاشرتی ومعاشی نظام کی تبدیلیوں اور زمانے کی رفتار کے ساتھ انسانوں کے مزاج وشعور میں پیدا ہونے والے تغیر کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت کی ایسی ترجمانی بلکہ وکالت وحمایت کرے جس سے شریعت حق وعدل دونوں کے بلند ترین درجے پر قائم نظر آئے۔ ذیل میں اس سلسلے میں چند ضروری اور قابل لحاظ امور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۱) اس سلسلے کی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ شریعت انسانوں کے بنائے ہوئے مادی زندگی کے قوانین کا مجموعہ نہیں۔ انسانی قوانین کی تشریح محض عقل وذہانت اور دفعات اور نظیروں کے داؤ پیچ سے کی جا سکتی ہے، لیکن اسلامی شریعت کا فہم ایک مخصوص ذوق وفکر اور خاص مزاج وطبیعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کا فہم وبصیرت صرف عقل وعلم سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لیے اس مزاج وذوق بلکہ قلبی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے جس کو قرآن نے دینی رہنمائی اور فتویٰ کے لیے ایک لازمی صفت ''ربانیت'' کہا ہے۔ ولکن کونو ارباٰنین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون یعنی تم چونکہ اللہ کی کتاب پڑھاتے ہو اور دین پڑھتے ہو اس لیے ربانی بن جاؤ۔

محترم حضرات! علماء کرام کے مجمع کے سامنے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اشارے کافی ہیں۔ یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ دین صرف عقل اور مادی دنیا کے ظاہری مصالح پر مبنی نہیں ہے۔ اس کی منزل تک رسائی کے لیے صرف مصالح دنیا کی رعایت اور عقل کی روشنی کافی نہیں۔ بلکہ اس راہ میں ہم روحانی روشنی اور قلبی بصیرت کے بغیر نہیں چل سکتے۔ یہ شریعت کے تکوینی عناصر اور مزاج وطبیعت کا تقاضہ ہے۔ اس کو نظر انداز کر کے ہم شریعت کی عا...

حاصل کر سکتے۔قرآن نے صاف صراحت کی ہے کہ اس کے لیے ہم کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی خاص رہنمائی اور مدد کی ضرورت ہوگی اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خصوصی فیض حاصل نہیں ہوگا وہ پورے طور پر اس بصیرت کو حاصل نہیں کر سکتا۔سورۂ رعد میں کچھ لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن کو مخصوص ہدایت بلکہ ہدایت یابی کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ انابت اور اللہ کی یاد سے اُنس واطمینان کی قلبی کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ویھدی الیہ من اناب۔(اور اس کے بعد ان ''من اناب'' کے مصداق لوگوں کی نشانی اور علامت یہ بتائی کہ)الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ.

حضرات گرامی!اصل بات یہ ہے کہ اس دین کے مخصوص ایمانی مزاج کے عناصر میں دیگر چیزوں کے ساتھ کچھ خاص کیفیات اور باطنی حالات کا خمیر ایک خاص مقام رکھتا ہے اور دینی مزاج وبصیرت پیدا کرنے میں ان کیفیات کا خاص حصہ ہے۔قرآن اور سنت نبوی میں اس طرف واضح اور صریح اشارے آئے ہیں کہ اس دین وشریعت کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو شرح صدر کی ایک خاص کیفیت اور قلبی اطمینان ویقین کا ایک خاص درجہ عطا فرمایا جاتا ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ربانی نور ہوتا ہے اور اس کا خاص سرچشمہ ذکر اللہ ہے۔ افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللّٰہ (الزمر: ۳۹)

یعنی کیا وہ جس کے سینے کو اللہ اسلام (کی بصیرت) کے لیے کھول دے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی اور نور پر ہو اور وہ جو دل کے سخت ہوں (فہم وبصیرت میں) برابر ہو سکتے ہیں تو بربادی ہو ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی یاد سے بیگانے ہو کر دل کے سخت ہو گئے ہیں۔

اہل علم اگر آیت میں غور کریں گے تو اس میں یہ اشارہ بھی پائیں گے کہ ذکر اللہ سے بیگانگی اور عدم مناسبت ایک ایسی قلبی قساوت کا سبب بنتی ہے جو بصیرت کا حجاب بن جاتی ہے۔اسی لیے قرآن نے شرح صدر کی نعمت سے محروم اور نور الٰہی سے بے بہرہ لوگوں کی اس محرومی ونارسیدگی کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ ''القاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ'' ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ نئے مسائل میں ہم کیا کریں تو آپ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں جو اجتماعی اجتہاد کے لیے ہمارا خاص رہنما ہے فرمایا:تشاوروا فیھا الفقھاء و العابدین.(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۱۶۱۸)تم ایسے معاملات میں فقہاء اور عبادت گذاروں سے مشورہ کرنا۔

فقہائے کرام!فقہ وفتویٰ کے لیے احکام کے مدارج اور دین کے نظام ترجیحات کی معرفت وبصیرت ضروری ہے۔مذکورہ نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر وعبادت اور تعلق مع اللہ کی کیفیات کا اسلامی شریعت کے مزاج ومذاق اور اس

کی روح کی بصیرت میں کچھ خاص دخل ہے۔ جب تک ذہن وذوق اس خاص رنگ سے جو کہ صبغۃ اللہ ہے رنگ نہ جائیں صحیح دینی بصیرت حاصل ہونا مشکل ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ شریعت اور احکام دین کی یہ بصیرت وحکمت خالص ذہانت اور علم وعقل سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حاصل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا قلب ونظر پر انکشاف ہوتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ

اہل علم غور فرمائیں۔ یعنی نصوص کے بعد بھی کوئی چیز ہے جس کو"اراک اللہ" سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ اور یہ وہی ذوق ووجدان ہے جس کے آں حضرت ﷺ امام اکبر تھے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی اشارہ فرمایا کہ دین کی یہ بصیرت آپ ﷺ کے ورثہ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین** یعنی اللہ جس کے بارے میں خیر کا فیصلہ کرتا ہے اس کو اپنی جناب سے دین کی سمجھ اور فقہ سے نوازتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے پچھلی امتوں کے صاحب الہام والقاء حضرات کا تذکرہ کر کے امت مسلمہ میں انکے وجود کی خبر دی ہے:

انہ فیمن کان قبلکم اناس محدثون۔

(۲)　حضرات گرامی! حالات حاضرہ اور معاصر صورت حال کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ ہمارے دینی رہنمائی کے نظام کے لیے ضروری ہے۔ ہم آپ جس زمانے میں ہیں، اس میں کفر براہ راست اہل ایمان سے اطاعت کا مطالبہ کررہا ہے۔ قرآن نے غلبۂ کفر کے زمانے میں اس کے جن چیلنجز کے بارے میں"**یصدون عن سبیل اللہ و یبغونھا عوجاً**" کہا تھا، وہ دونوں اس وقت وسیع ترین پیانے پر موجود ہیں۔ "**صد عن سبیل اللہ**" کی کوششوں کے علاوہ اسلام کو بدنام کرنے کی کوششیں جن کو قرآن نے"**و یبغونھا عوجاً**" سے تعبیر کیا ہے، صدر اسلام سے بھی زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔ پروپیگنڈے کے شور نے اچھے اچھوں کو حواس باختہ کر دیا ہے۔

ہم اسلام کے عقائد وافکار، نظام اخلاق ومعاشرت اور شریعت کے خلاف جس پروپیگنڈے کے طوفان کا مقابلہ کررہے ہیں اور جس نے کار فتویٰ کو نہایت نازک بنا دیا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ مستحضر رکھنا چاہیے کہ قرآن نے بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دین کے مخالفین کے ساتھ شیاطین کی مدد ہوتی ہے، وہی ان کے اولیاء ہوتے ہیں جو ان کو باقاعدہ دین وشریعت کے خلاف دلیلیں بھاتے اور پروپیگنڈے اور اتہامات کے ہتھکنڈے بتاتے ہیں، تاکہ وہ مناظروں، مباحثوں اور پروپیگنڈوں کے ذریعے سرمایۂ یقین وایمان پر ڈاکے ڈالیں۔

وان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون ۔اور شیاطین اپنے چیلوں کو دلیلیں اور حربے بھاتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحثیں کریں اور اگر تم نے ان کی مانی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

غزوۂ احزاب کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ اور شریعت کے احکام پر اعتراضات اور الزامات کا زبردست شور اٹھا، اس پروپیگنڈے کی آندھی میں، جیسا کہ صحابہ کرام نے بیان کیا ہے، اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑا گئے۔ بلکہ خود قرآن نے کہا تھا: وفیکم سماعون لھم ''اس موقعے پر سورۂ احزاب اتری اور اس میں واشگاف انداز میں ہدایت دی گئی کہ اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا۔ یاایھا النبی اتق اللّٰہ و لا تطع الکافرین والمنافقین۔ یہاں حق و باطل کی کشمکش کی تاریخ کا ہم کو یہ ایک اہم اصول بتایا گیا ہے کہ اسلام، رسول اسلام اور شریعت اسلام پر اعتراضات اور ان کے خلاف اس بدنام کن مہم میں منافقین کے لشکر کفار کی فوج کی مدد کرتے ہیں اور اہل ایمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی کفر سے مطیعانہ صلح کرلیں۔'' ودوا لو تکفرون کما کفرو افتکونون سواءً فلا تتخذو امنھم اولیاء ''۔ وہ امت کی صفوں میں کفر کے ایجنٹ اور ہم نوا ہوتے ہیں۔ آگے سورۂ احزاب میں اسی سلسلہ بیان میں انبیاءؑ اور ان کے اہل حق وارثوں کی صفت یوں بیان کی کہ: الذین یبلغون رسالات اللّٰہ و یخشونہ و لا یخشون احدا الا اللّٰہ جولوگ اللہ کے پیغامات پہنچائے جاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوی کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس وقت فتویٰ کے نظام کو اسی اصول پر قائم رہنا اور بلاخوف لومۃ لائم شریعت کی بے کم وکاست ترجمانی کر کے وراثت نبوت کی جانشینی کا حق ادا کرنا ہے۔

حضرات گرامی! اس چیلنج کے ساتھ ایک اور امتحان طمع کی عشوہ گری کا بھی ہے۔ ائمہ کفر ترہیب کے ساتھ ترغیب کے ہتھیار بھی استعمال کررہے ہیں اور اس بڑے پیمانے پر کررہے ہیں کہ: الامان، الحفیظ۔ اس کثیر جہتی چیلنج نے استقامت وثبات کو مشکل بنادیا ہے۔

موجودہ دور میں افتاء کے سامنے یہ امتحان ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ربا کی حلت ہو یا مرد وزن کا اختلاط، تعدد ازدواج کی حرمت ہو یا جہاد کی منسوخی ہر طرح کے فتوے بازار میں حاضر ہیں۔ مشکلات بھری اس راہ پر ثبات و استقامت کی قوت کا خذانہ صرف تعلق مع اللہ اور توکل وعزیمت میں ہے۔ عہد نبوی میں مسلمانوں کے سامنے جب اس طرح کے چیلنج بہت بڑھ گئے تھے اور ان کو عزیمت وہمت کے ساتھ راہ حق پر جمنے کے یہ احکام دیے گئے کہ: فاستقم کما امرت و من تاب معک و لا تطغو ا انہ بما تعملون بصیر و لا ترکنو ا الی الذین ظلمو افتمسکم النار یعنی اے رسول تم اور تم پر ایمان لانے والے راہ حق پر اس طرح جم جاؤ جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے اور ذرا انحراف نہ کرنا اللہ تمہارے طرز عمل کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ جہنم کی آگ پکڑ لے گی۔

تو اسی کے ساتھ فوراً یہ بتادیا گیا کہ اس راہ پر جمنے کے لیے جس جمعیت باطنی اور حوصلے اور ہمت کی ضرورت

ہے اس کا سرچشمہ عبادت وتعلق مع اللہ یعنی اقامت صلاۃ ہے: **واقم الصلاۃ طرفی النہار و زلفاً من اللیل۔**

حضرات! عصر حاضر کا یہ چیلنج بڑا سخت ہے، کفر کے اس چیلنج کے سامنے ہمارے دینی رہنمائی کے نظام میں اگر صبر وعزیمت کی یہ طاقت نہ ہوئی تو یہ سر بلند مینار بھی خدانخواستہ اسی طرح کفر کی پابوسی کرے گا جس طرح مشرق کی دیگر تہذیبوں، مذاہب اور اخلاقی نظاموں نے کی ہے۔

حضرات گرامی! نظام فتویٰ کی ایک خاص ضرورت کے بارے میں ایک کم علم اور تہی مایۂ عمل نے کوشش کی ہے کہ اکابر اہل علم کے خیالات کو یکجا کر دے۔ آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ اس ضرورت کو کسی محدود کوشش اور لگے بندے انداز سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس شجر کی بارآوری کے لیے ہمارے نظام تعلیم وتربیت کی پوری فضا کو سازگار بنانے اور اس مقصد اور ہدف کے لحاظ سے اسے ایمان افروز اور روح پرور بنانے کی ضرورت ہے۔

(۳) محترم علماء کرام! جیسا کہ اوپر کی سطروں میں اشارہ آچکا ہے، ہمارا یہ زمانہ غلبۂ اسلام کی صدیوں سے اس لحاظ سے بالکل مختلف ہے کہ مغرب کے فکری وتہذیبی غلبے نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی عقلوں پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ مغرب نے پوری دنیا میں نئی عقلیت پیدا کر دی ہے۔ ساری دنیا میں ذہن وفکر کے سانچے ہی بدل گئے ہیں۔ پہلے جو باتیں بغیر کسی تردد کے قابل قبول تھیں آج مشکوک بنی ہوئی ہیں۔ اس تبدیلی نے فتوے اور دینی رہنمائی کے ہمارے پورے نظام کے سامنے بالکل نئے چیلنج رکھے ہیں۔ آج کے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف ناقل فتویٰ نہ ہو، بلکہ وہ اسلام کے وکیل کا کردار بھی ادا کرے۔ خاص طور پر معاشرت اور معاملات کے احکام کے بارے میں ایسی بصیرت کا حامل ہو کہ وہ ان کو حق وعدل کی کامل تصویر ثابت کر سکے۔

نئی ذہنیت نے اسلام کے معاشرتی اور معاملاتی احکام کے بارے میں یہ سنجیدہ شبہے پیدا کر دیے ہیں کہ وہ (کم از کم موجودہ زمانے میں) حق وعدل کے نگہبان اور انسانی زندگی کو صلاح وفلاح کی طرف لے جانے والے نہیں رہے ہیں۔ وہ ترقی میں رکاوٹ ہی نہیں بلکہ بے اعتدالی اور مختلف طبقات کی مظلومیت کا باعث ہیں۔ اس دور میں فتویٰ اور دینی رہنمائی کے نظام کو اس چیلنج کو قبول کرنا ہی ہوگا اور دین کی ایسی حکیمانہ ترجمانی کرنی ہوگی جس سے وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ مبنی برحق وعدل اور انسانی فلاح ورشد کا حامل نظام ثابت ہو۔

اس دور کا مفتی بھی اگر نرا ناقل فتویٰ ہوگا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے بقول بہت سوں کیلئے ایمان کی آزمائش اور گمراہ کن بنے گا، انہوں نے فرمایا تھا: **ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان لبعضھم فتنۃ** (مقدمہ صحیح مسلم)۔ تم اگر لوگوں کو ایسی باتیں بتاؤ گے جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں تو تم کچھ لوگوں کے لیے ایمان کی آزمائش کا سبب بن جاؤ گے۔

جدید دور کی عقلیت اور ذہن وفکر کے اس نئے مغرب زدہ سانچے کو سمجھنے کے لیے ہم کو باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ خاص طور پر اخلاقیات (Ethics) سماجیات (Sociology) سیاسیات اور معاشیات میں مغربی فکر وفلسفے کی بنیادوں کو سمجھنا ہوگا۔ اور اس مطالعے کے لیے ایک نصاب تیار کرنا ضروری ہے جو ان میدانوں میں زمانے کی سوچ سے واقف کرا سکے۔

اس کا آسان عملی طریقہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے کسی بھی پہلو مثلاً اخلاق، معاشرت، نفسیات، اقتصادیات، سیاسیات، بین الاقوامی تعلقات وغیرہ سے متعلق شریعت کے احکام کے مطالعے سے پہلے ان پہلوؤں سے متعلق انسانی افکار کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔ تاکہ ایک مفتی وعالم کو یہ معلوم ہو کہ انسانی زندگی کے ان اہم شعبوں اور نظاموں کے بنیادی مسائل کیا ہیں اور ان کے بارے میں اسلام اور دوسرے حریف مکاتب فکر کا موقف کیا ہے۔ اس طرح ہمارے سامنے زمانے کی سوچ کا ایک خاکہ سامنے آجائے گا اور ہم دین وشریعت کی ترجمانی ہوا میں اور مخاطب کے اشکالات وتحفظات سے بے خبر ہو کر نہیں کریں گے، بلکہ جس زمانے میں اور جس نسل ومعاشرے کو مخاطب بنا رہے ہیں اس کے ذہن ومزاج کی تہوں میں موجود افکار اور نفسیات سے واقف ہو کر کریں گے۔ جب اسلامی شریعت سے ذرا گہری واقفیت رکھنے والا ان میدانوں میں مغرب کے افکار کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ حیران کن منظر اس کے سامنے آتا ہے کہ "ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فمالہ من نور" کے مصداق دنیا کے بڑے بڑے مفکر، جن کے نام پر یونیورسٹیوں میں سر دھنے جاتے ہیں بونے اور کم سمجھ نظر آتے ہیں۔

یقیناً اسی اور صرف اسی راستے سے ہمارے نوجوان اہل فتویٰ موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی اطمینان بخش ترجمانی کے قابل ہوسکیں گے۔ زمانے کی نفسیات سے واقفیت اور اس میں رائج طرز استدلال پر دلالت کا یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس کیلئے زمانے کے اعلیٰ لٹریچر پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ ہم ایسے دور میں ہیں جب اسلامی شریعت اور مغربی تہذیب وقوانین کے موازنے پر اچھا لٹریچر عرب اور برصغیر کے علماء نے تیار کر دیا ہے اس لٹریچر نے عقلی اور علمی انداز میں اسلام کی برتری ثابت کی ہے اور اسلامی شریعت کی حکمت پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔

مگر افسوس! صد افسوس! ہمارا افتا کا موجودہ نظام اس روشنی سے دامن کشیدہ ہے۔ نہ صرف نظام افتا کے لیے بلکہ پورے دینی تعلیمی نظام کے لیے اس موضوع پر نصاب تیار کرانے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر مغربی فکر کے وہ میدان جو ہماری فقہ وشریعت کے خاص موضوعات ہیں یعنی نفسیات، اخلاقیات، سماجیات، معاشیات اور سیاسیات جیسے انسانی ومعاشرتی علوم ان کا تو اچھا خاصا تعارفی مطالعہ باقاعدہ نصاب کا جزو ہونا چاہیے۔ ان موضوعات پر مغربی مفکرین کے نتائج فکر پر تنقید اور اسلامی شریعت سے ان کے موازنے پر مشتمل ماہرین کے لیکچرز تمہیدی تعارف کے لیے

مفید ثابت ہوں گے۔

(۴) اسلام کے مقابلے میں جدید دور کی جاہلیت کہاں کھڑی ہے اس کا بہترین پیمانہ خود اس تہذیب کے نتائج ہیں۔سیاسیات، معاشیات اور سماجی میدان میں مغربی طرز زندگی اور مغربی ماڈل نے جو نتائج پیدا کیے ہیں اسکے لیے قرآن کی اصطلاح فساد فی الارض سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔اس نے اگر سماجی میدان میں انسان سے انسانی سماجی شعور چھین لیا اور اس کو خود غرض انفرادیت میں مبتلا کر دیا، اور سماج کی بنیادی اکائی خاندان ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تو سیاسیات کو اس نے کشمکش اقتدار کا دوسرا نام قرار دیا اور اخلاقیات سے عاری کر کے درندہ اور خون آشام بنا دیا ہے۔ معاشیات تو اس فساد آدمیت کا شاہکار ہے، اس میدان میں تو مغرب ایسا ننگا ہوا ہے کہ خود اس کے لوگ اس پر تھوک رہے ہیں۔دولت پر تھوڑے سے عیاشوں اور گھوٹالے بازوں کا قبضہ ہے اور باقی انسانیت ان کی ننگی بھوکی غلام۔

موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی بہترین ترجمانی کے لیے ضروری ہے کہ مغربی تہذیب اور اس کے زیر تربیت قائم نظامہائے کفر کی اس حقیقی تصویر کو سامنے لایا جائے جس پر کارپوریٹ دنیا کے زرخرید میڈیا کے ذریعے پردہ ڈال دیا گیا ہے۔لیکن اس حقیقی تصویر کی کچھ نہ کچھ حقیقی جھلک معاشرتی اور معاشی تجزیوں اور اعداد و شمار پر مبنی رپورٹوں میں آجاتی ہیں۔جن میں خاص طور پر مغربی اور جدید دنیا کی سماجی ،نفسیاتی، سیاسی اور معاشی صورت حال پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔یہ تجزیے اور رپورٹس حیران کن حد تک مغربی طرز تہذیب کے افلاس و فساد کا نمونہ دکھاتی ہیں۔

اس حقیقت کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے، ابھی ماضی قریب میں عورتوں کے کسب معاش کے لیے گھر سے باہر کی موجودہ تیز رفتار و ہجوم خیز دنیا میں شرکت سے متعلق ایک متوازن فتویٰ دیا گیا جس کا حاصل یہ تھا کہ بے ضرورت ایسا نہ کیا جائے اور پھر بھی اختلاط مرد و زن سے اجتناب شرط ہے۔بس کیا تھا میڈیا اور کفار و منافقین کے لشکر دوڑ پڑے۔اگر اس طرح کے فتوؤں کے ساتھ ذرا موجودہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ مارکیٹ میں کیا ہو رہا ہے اور عورتوں کے معاشی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ لینے کے کیا اخلاقی معاشرتی اور نفسیاتی نتائج مشرق و مغرب میں آرہے ہیں، اس کا بھی مختصر سا تذکرہ ہو جایا کرے تو بے حد اطمینان کا باعث ہو اور اسلام کے ترجمان مفتیوں کے بارے میں یقیناً یہ تاثر قائم ہو کہ یہ گروہ رجعت پسند اور گھسے پٹے نظریات کے پجاریوں کا نہیں بلکہ انسان کے فلاح کے نہایت بنیادی اور اہم اصولوں کے داعیوں کا ہے۔مثلاً ابھی دہلی کی ایک غیر سرکاری تنظیم (C.F.T.I) Centre for Transforming India نے ملک کے ۶ بڑے شہروں کی اطلاعاتی ٹیکنالوجی (I.T) سے متعلق شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ کی جانے والی جنسی زیادتیوں کے بارے میں ایک سروے کیا۔ "Workplace Sexual Harassment Survey" کے عنوان سے مرتب اپنی رپورٹ میں اس تنظیم نے یہ چونکا دینے

والا انکشاف کیا کہ ان شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کی غالب میں اکثریت یعنی ۸۸ فی صد (88%) کو تلاش معاش کی جدوجہد کے دوران جنسی زیادتیوں (Sexual Harassment) کا سامنا کرنا پڑا۔ اس رپورٹ سے متعلق ایک نہایت مختصر سی خبر ہندوستان ٹائمس کے ۴ نومبر کے دہلی ایڈیشن کے پہلے صفحے پر شائع ہوئی، راقم سطور نے اس تنظیم کے ذمے دار مسٹر پنکج شرما سے مفصل رپورٹ مانگی تو اس میں یہ لرزا دینے والی صورت حال بھی بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ۹۱ فیصد کی اکثریت نے اس کی کہیں شکایت نہیں کی ہے اور پچاس فیصد عورتیں تو اس کو پیشہ وارانہ زندگی (Professional Life) کا لازمی حصہ مان کر اس پر راضی ہیں۔ اب کون عقل سلیم والا یہ جرأت لائے گا کہ اس فتوے کو نامعقول کہے۔ اس رپورٹ کا کچھ حصہ تنظیم کی ویب سائٹ www.cfti-ngo.com پر بھی دستیاب ہے۔

یہ تو عورتوں کے معاشی جدوجہد میں مردوں کے ساتھ حصہ لینے کا بس ایک پہلو ہے۔ اس کے دیگر اخلاقی اور معاشرتی نتائج مثلاً طلاقوں کی کثرت اور بچوں کی بیچارگی اس پر مستزاد ہیں۔ اور ہر پہلو سے متعلق تفصیلی جائزے اور اعداد و شمار ہر کوشش کرنے والے کی دسترس میں ہیں۔ ہمارے افتا کے نظام میں ان چیزوں سے براہ راست واقفیت کے امکانات پیدا کیے جانے چاہییں تا کہ دینی رہنمائی کا یہ نظام عصر حاضر کے لیے پورا معنی خیز کردار ادا کر سکے۔ علماء کرام اور ارباب فکر کی اس مجلس میں میں ذرا جرأت سے کام لے کر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی علمی تربیت کا جو اصل راستہ ہے وہ شاید ہمارے لیے نامانوس اور لمبا محسوس ہوتا ہے مگر میں آپ سے دست بستہ لیکن صراحت سے عرض کروں گا کہ اس کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے اور نہ بے دلی سے کی جانے والی کسی سرسری کوشش سے وہ طے ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرات زمانے کا ارتقا اور معاشرتی و معاشی تبدیلیاں لگاتار جاری رہتی ہیں۔ ہم آپ جس دور میں ہیں یہ برق رفتار اور بڑی تبدیلیوں کا زمانہ ہے۔ فساد انسانیت کا عجیب حال ہے، جو حکم شرعی میں اپنا اثر رکھتا ہے۔ نئے وسائل کی ایجاد اور نئے تمدن نے زندگی کے اطوار بدل ڈالے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ''من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل'' دینی رہنمائی اور افتا کے نظام کی ذمہ داری ہے کہ وہ لگاتار ان تبدیلیوں پر اور فتاویٰ کی دنیا پر موازناتی نظر رکھے اور اس کو دیکھتا پرکھتا رہے کہ فتویٰ اور حکم فقہی عدل اور حکمت و مصلحت کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔ اور اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ ماضی کے اجتہادی حکم سے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے ہے بلکہ معاشرتی تبدیلیوں اور معروضی حالت میں اس کے الٹے نتائج پیدا ہو رہے ہیں تو سلف کے موروث اجتہادی فریم ورک میں رہتے ہوئے فتوے کی تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔ خصوصاً اگر مذاہب اربعہ کے دائرے میں وہ فتویٰ با آسانی ملتا ہے جو عدل و مصلحت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اس کے اختیار کرنے میں تردد اور تاخیر ہمارے نظام فتویٰ کو بدنام کرنے کا سبب بنے گی۔ حافظ

ابن القیمؒ نے اصول افتاء و ادب مفتی پر اپنی شاہکار کتاب: اعلام الموقعین میں حالات اور زمانے کے بدلنے سے فتوے کی تبدیلی کے موضوع پر ایک خاص باب " فصل فی تغیر الفتویٰ و اختلافھا بحسب تغیر الازمنة والامکنة والاحوال والنیات والعوائد" کے نام سے قائم کیا ہے۔اس مین وہ لکھتے ہیں:

ھذا فصل عظیم النفع جدا، وقع بسبب الجھل بہ غلط عظیم علی الشریعة.. وھی عدل کلھا ورحمة کلھا و مصالح کلھا و حکمة کلھا، فکل مسالة خرجت من العدل الیٰ الجور وعن الرحمة الیٰ ضدھا وعن المصلحة الیٰ المفسدة وعن الحکمة الیٰ العبث فلیست من الشریعة.

یعنی یہ ایک عظیم فائدے کا حامل مبحث ہے، جس سے ناواقفیت کی وجہ سے شریعت کے بارے مین بڑی سنگین غلطیاں ہوئی ہیں۔شریعت سراپا عدل سراپا رحمت سراپا مصلحت اور سراپا حکمت ہے، لہٰذا جو مسئلہ بھی (حالات کی تبدیلی سے) عدل سے نکل کر ظلم کی حدود میں داخل ہوگیا یا رحمت سے اس کی ضد بن گیا یا مصلحت سے مفسد بن گیا یا حکمت سے عبث و بے فائدہ ہوگیا تو اب وہ شریعت نہیں رہا"۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ تبدیلی فتویٰ کے اسباب واصول پر ایک علمی کتاب مرتب کی جائے اور اس کو افتاء کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ ہمارے یہاں اس سلسلے میں اچھا علمی کام سامنے آرہا ہے۔مگر ان چیزوں کے لیے فتویٰ کے نظام ونصاب میں نفوذ کی راہیں اکثر مسدود رہتی ہیں۔نہایت ادب اور اختصار کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ اس کے جہاں اور بہت سے وہ اسباب ہیں جن کا تعلق جمود، حالات اور فتنوں کے کم شعور اور مسلکی حساسیت سے ہے وہیں ان حلقوں کے مخصوص تحفظ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ماحول میں تجدد پسندی اور مغرب پرستی کی کیسی ایمان سوز تحریکیں مستقل سرگرم ہیں، جن سے ان کو بجا طور پر تحریف دین کا خطرہ ہے۔یہ خطرہ حقیقی اور سنگین ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ان تحفظ پسند حلقوں کی اس کیفیت کے جائز اسباب بھی ہیں۔ ماضی کے تجربات اور حال کے اندیشے ان کے لیے لگاتار تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ان اندیشوں کو دور کرنے کی بھی سنجیدہ کوشش کی ضرورت ہے۔اور جب تک ان خطرات سے تحفظ یقینی نہ ہو احتیاط و ورع ہی نہیں سلامتی بھی اسی تحفظ پسند سوچ میں ہے کہ "در پے دنیا دیں ہم رفت" نہ ہو۔ (بشکریہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنو)

اب قارئین ماہنامہ "الحق" فیس بک پر بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں

facebook\Alhaq Akora Khattak

ادبیات　　مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

ایک محفلِ علم وادب کا دلچسپ منظر
بسلسلہ : ساعتے با اہل حق

مکہ مدینہ پر تاریخی میوزیم :

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے فرمایا : مکہ مکرمہ کے نو تعمیر شدہ علاقے عزیزیہ میں ایک صاحبِ ذوق نے ایک میوزیم (عجائب گھر) بنارہا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "مرکز السلام" اس نے آنحضرت ﷺ سے نسبت رکھنے والی اکثر اشیاء کو جمع کیا ہے۔اتنی چیزیں میں نے کہیں نہیں دیکھیں۔مثلاً نعلین مبارک، طست کیسے ہوتا، مشکیزہ، ذق، شن، قربہ میں کیا فرق ہوتا ہے، سب کو اکٹھا کیا ہے اور ساتھ ساتھ اشعار میں تعارف بھی لکھا ہے۔صاع، رطل، مد، جتنے بھی اشیاء کا احادیث میں ذکر آیا ہے، نمونہ کے طور پر ساری چیزیں جمع کی ہیں، پھر ہر چیز کی تحقیق بھی کی ہے، مواضعِ مکہ ومدینہ کی تحقیق ہے کہ مدینہ منورہ اتنے سال پہلے کیسا تھا؟ مکہ مکرمہ کیسا تھا؟ اور ساتھ ساتھ ہر ایک پر قصیدہ بھی لکھا ہے۔تقریباً ۷۰ جلدیں تیار کر چکے ہیں۔کسی نے پوچھا: حضرت یہ کون ہیں؟

میوزیم کا معائنہ :

شیخ الاسلام صاحب نے فرمایا : یہ شیخ عبدالعزیز بن الباز کے شاگرد ہیں۔علامہ زہرانی کے نام سے مشہور ہیں۔شیخ بن الباز نے وصیت کی تھی کہ میرا تمام کتب خانہ زہرانی کو دے دیا جائے۔میں نے اس کا تعارف بہت پہلے سنا تھا، مگر کوئی اتنی اہمیت نہ دی۔اس مرتبہ جب حرمین شریفین گیا تو اس کے ایک صاحب آئے اور کہا کہ آپ ہمارا کتب خانہ دیکھیں۔میں گیا تو ایمان تازہ ہوا۔مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے ہیں کہ اب تک یہ ساری چیزیں موجود ہیں۔

شیخ یٰسین الفادانی سے نسبت :

حضرت الاستاد مولانا عبدالقیوم حقانی نے شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سے استفسار فرمایا کہ شیخ یٰسین الفادانی جو مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے، نے آپ کو اجازت دی ہے؟ شیخ نے فرمایا: ہاں! ان کے پاس مسلسلات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔انہوں نے اجازت دی اور بہت ساری احادیث سنائیں۔ایک مرتبہ جدہ میں

اجتماع تھا، شرکت کے لئے گیا تھا، ایک دن خالی ملا، تو میں نے کہا: یہ ایک دن حرم میں گزاروں، کسی دوست کو نہیں بتایا، اکیلے چلا گیا، شام کو واپس آنا تھا، میں وضو بنانے کے لئے سیڑھیوں پر اُتر رہا تھا کہ شیخ یٰسین الفادانی کے شاگرد ملے۔ مصافحہ و معانقہ کیا۔ اس نے کہا کہ شیخ نے آپ کو بلایا ہے، میں حیران ہو گیا کہ شیخ کو کیسے پتہ چلا، ہم نے شیخ کے شاگرد سے پوچھا کہ میں نے تو شیخ کو اطلاع نہیں کی۔ شیخ کو میری آمد کا کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ کس نے بتایا ہے، مجھے حکم دیا کہ جاؤ، تقی عثمانی یہاں آیا ہوا ہے، حرم میں ہو گا، اسے لے آؤ۔ جب میں گیا تو شیخ مسکرائے اور فرمایا: چپکے چپکے آتے ہو، اور ہم سے نہیں ملتے۔ میں نے پوچھا: کہ حضرت! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں آیا ہوا ہوں۔ شیخ نے فرمایا: بس چھوڑو اس بات کو آج عاشورہ کا دن ہے اور ایک روایت مسلسل بیوم العاشورہ ہے، میں نے کہا وہ آپ کو سنا دوں۔ آج نہ سنایا تو پھر سال بھر نہیں سنا سکوں گا۔

اس کے بعد جب میں حاضر ہوا، تو شیخ نے اسناد کو کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔ ''الفیض الرحمانی لاجازۃ الشیخ تقی العثمانی'' کے نام سے۔ شیخ نے فرمایا تھا کہ آپ کو اجازت اس لئے دے رہا ہوں کہ میرے اسناد کو آگے بڑھاؤ۔

حضرت الاستاد مولانا حقانی نے فرمایا : شیخ الفادانی کے اسناد میں تو خواتین بھی ہیں؟

شیخ الاسلام نے فرمایا : ہاں! مگر ان میں سب سے مضبوط سند شیخ عبدالغنی مہاجر مکی کی بیٹی سے ہے۔

حضرت الاستاد مولانا عبدالقیوم حقانی کو بھی شیخ یٰسین الفادنی سے مسلسلات اور دیگر کتبِ حدیث میں اجازت حاصل ہے۔ مولانا سعید احمد عنایت اللہ نے مکہ مکرمہ میں انہیں شیخ الفادانی سے ملاقات کرائی تھی۔ انہوں نے حدیث پڑھائی، سند عطا فرمائی اور مطبوعہ سندات کا سیٹ بھی مرحمت فرمایا۔ اس لئے شیخ الاسلام کو کریدتے رہے تا کہ حاضرین بھی شیخ الاسلام سے شیخ الفادانی کے اسناد حاصل کریں۔

مسجد میں نمازِ باجماعت کا اہتمام:

عشاء کا وقت ہو گیا، تو بعض احباب کا اصرار تھا کہ یہیں جماعت کر لیں گے۔ مسجد میں ہجوم ہو گا، اور طلباء مصافحہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام کو تنگ کریں گے۔ اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ قریب ہی تو مسجد ہے، مسجد کے ہوتے ہوئے ہم یہاں الگ جماعت کریں، یہ مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا سب حضرات مسجد تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد محفل دوبارہ جمی۔ حضرت حقانی صاحب نے مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب کو اشارہ کر کے فرمایا:

فانی صاحب ! کچھ تو اپنا کلام بھی سنایئے۔ فانی صاحب نے کہا: کلام تو ہم آج شیخ الاسلام سے سنیں گے، اور اپنا اردو دیوان ''نالۂ زار'' شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا: ماشاءاللہ! بہت پختہ کلام ہے۔ اسی دوران مولانا سمیع الحق نے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی سے فون پر رابطہ فرمایا، تو نے

فرمایا کہ میں بیمار ہوں، ڈاکٹر سے واپس آ رہا ہوں۔نوشہرہ کے قریب ہوں۔

گنجینۂ علم وعرفان:

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ مولانا حقانی نے مولانا شیر علی شاہ کے اسفار کو ''گنجینۂ علم وعرفان'' کے نام سے شائع کیا ہے۔حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! وہ جہان دیدہ اگرچہ نہیں، البتہ بغداد دیدہ ضرور ہیں۔

شب جائے کہ من بودم :

حقانی صاحب نے دوبارہ فانی صاحب سے کچھ اشعار پڑھنے کی درخواست کی۔فانی صاحب نے اپنے دیوان سے اپنا یہ کلام سنایا۔

بہر سو رقص چشم حور شب جائیکہ من بودم ہر اک وار تھا بھرپور شب جائیکہ من بودم
نگاہِ ناز سے لبریز پیمانے پیئے ہم نے رہی دنیائے دل مخمور شب جائیکہ من بودم
تجلی ہی تجلی تھی خوشا وہ محفل و منظر ترا جلوہ چراغ طور شب جائیکہ من بودم
ادائے حسن کے غمزے نیاز شوق کے سجدے کرم گستر بتِ مغرور شب جائیکہ من بودم
جنوں کو کامراں دیکھا خرد کو سرگراں پایا نرالے تھے وہاں دستور شب جائیکہ من بودم
رُخ زیبائے شمع پر فنا ہوتے تھے پروانے رہی بزمِ وفا معمور شب جائیکہ من بودم
ہر اک محوِ تماشائے جمالِ یار تھا فانؔی بنی محفل سراپا نور شب جائیکہ من بودم

اس کے بعد فانؔی صاحب نے شیخ الاسلام کو اپنا اردو مجموعۂ کلام پیش کیا۔فانؔی صاحب نے اس پر لکھا بخدمت اقدس شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی اور پھر اس کے نیچے یہ شعر لکھا ......

رہِ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے یہ شعر بھرے مجمع کو سنایا۔فانؔی صاحب کو داد دی۔اس پر حقانی صاحب نے کہا کہ اس سے فانؔی صاحب کی استقامت کا پتہ چلتا ہے۔

جذبہ کرو، جذبہ کرو :

حضرت حقانی صاحب نے شیخ الاسلام سے عرض کیا: فانی صاحب اور ہم لوگ آپ کو آمادہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ بھی اپنا کلام سنائیں۔اس حوالے سے قاری عبداللہ صاحب نے مولانا ضیاء القاسمی کا ایک واقعہ بیان کیا کہ نوشہرہ میں مولانا ضیاء القاسمی کا خطاب تھا، انہوں نے جب خطبہ پڑھا اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے تو ایک بلوچستانی

طالب علم کھڑے ہوئے اور کہا مولانا ! جذبہ کرو، جذبہ کرو۔ اس کا مطلب تھا کہ جذبے سے زوردار تقریر کرو۔ مولانا نے فرمایا: بھائی مجھے تو گرم ہوتے ہوتے آدھا گھنٹہ لگتا ہے، تم ابھی سے کہتے ہو جذبہ کروں۔ فانی صاحب نے کہا کہ یہ سیرت النبی کا جلسہ تھا میں بھی اس میں موجود تھا۔ قاسمی صاحب نے کہا کہ ریل گاڑی جب سٹیشن سے روانہ ہوتی ہے تو پہلے آہستہ آہستہ چھک چھک کرتی ہے پھر چل پڑتی ہے۔

کراچی کے مشاہیر علماء کا تذکرہ:

حقانی صاحب نے کہا: حضرت! کیفیات پر آپ کا مقدمہ بڑا شاندار ہے، ادب کی جان ہے۔ مولانا قاری عبداللہ نے کہا: آپ کا بھی دیوان شائع ہونا چاہئے۔ حقانی صاحب نے فرمایا: وفاق المدارس کے امتحانات میں مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا عزیز الرحمٰن اور مولانا رشید اشرف وغیرہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے اور فانی صاحب کے ہاں جمع ہوکر اشعار سنتے۔ خود بھی پڑھتے بلکہ فانی صاحب مفتی عزیز الرحمٰن سے پشتو میں ''ٹپے'' کہلواتے۔ ابھی یہی سلسلۂ کلام چل رہا تھا کہ:

شیر کبھی بوڑھا نہیں ہوتا :

شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہ پہنچ گئے۔ حاضرین نے پرتپاک استقبال کیا۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے قریب تشریف فرما ہوکر فرمایا: ماشاءاللہ! مولانا نوجوان ہیں اور شیخ (شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ) بھی نوجوان ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا: آپ نے تو نوجوانی کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے فرمایا: ہاں! یہ شیر ہے اور شیر کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

مکاتیب احساسات کو محفوظ کرنے کا ذریعہ :

شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ نے فرمایا کہ: مولانا عثمانی صاحب بہت عرصہ کے بعد تشریف لائے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا: ہاں! ۲۲ سال بعد آیا ہوں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا: ہمارا تعلق بہت پرانا ہے۔ قادیانیت کے خلاف جدوجہد میں ہم دس (۱۰) دن اسلام آباد میں اکٹھے رہے۔ مولانا بنوریؒ بھی ساتھ ہوتے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے جناب شفیق الدین فاروقی صاحب کو ''مکاتیب مشاہیر'' کی جلد چہارم لانے کو کہا: شفیق صاحب نے جلد چہارم لاکر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے حوالہ کی۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا : مکاتیب اپنے احساسات کو محفوظ کرنے کا بہت اہم ذریعہ تھا۔ اب موبائل نے سب کچھ ختم کردیا۔ پہلے روزانہ خطوط کا بنڈل ہوتا تھا۔ اب پورے مہینہ میں کوئی قابل ذکر خط نہیں آتا۔

مکاتیب مشاہیر پر حواشی :

''مکاتیب مشاہیر'' پرحواشی کی بات آئی تو مولانا سمیع الحق نے فرمایا:

بعض بزرگ ایسے تھے جن پر فوری طور پر لکھنے کے لئے طبیعت آمادہ نہیں ہورہی تھی۔ ان کی عظمتِ شان اور رفعتِ مقام حائل تھا۔ مفتی صاحب نے فرمایا: مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ تو سنادو کہ ہم بھی سن لیں کیا لکھا ہے؟ مولانا عرفان الحق نے شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ پر مولانا سمیع الحق کا لکھا ہوا تعارفی حاشیہ پڑھ کر سنایا :

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کے تعارف پر ادبی شذرہ :

''خلیلی، محبی ومخلصی حضرت علامہ مولانا شیر علی شاہ ولد مولانا قدرت شاہ مرحوم ساکن اکوڑہ خٹک معروف شخصیت، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے اوّلین تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت کی خصوصی تربیت میں رہے، سفر وحضر میں رفاقت وخدمت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ حقانیہ کی اعلیٰ تدریس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم وتعلم کا طویل موقعہ عطا فرمایا جو دراصل قیام مدینہ کی تمنا اور خواہش کی تکمیل کا ایک وسیلہ بنا۔ حضرت نے حسن بصری کے تفسیری روایات پر ڈاکٹریٹ کیا۔ قیام مدینہ کے بعد دوبارہ اپنی مادرِ علمی میں حدیث وتفسیر کے اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم وعمل، عربی زبان پر عبور، تحریر وتقریر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا اور میرے لئے اس ہمدم دیرینہ کی رفاقت ملاقات مسیحا وخضر کے برابر ہے۔ بچپن سے ذہنی یگانگت محبت ورفاقت کا سلسلہ قائم ہے۔ بہت سے خطوط کا تعلق قیام حرمین شریفین سے ہے اور میرے نام بہت سے خطوط میں انکے عرب ممالک کے اسفار کی تفصیلات ہیں جو بڑے کار آمد ہیں۔ بے تکلفی اور طنز ومزاح اور عہد شباب کی شوخیاں بھی بعض خطوط سے جھلکتی رہتی ہیں۔ جو بحمد للہ آج دم تحریر ۷ اردسمبر ۲۰۱۰ء تک ان کے عہد مشیخت میں بھی ناچیز کے ساتھ مجالست ومخاطبت میں قائم ہیں''۔ (''مکاتیب مشاہیر'' جلد چہارم ص:۱۲۹)

قاسم نانوتویؒ کی دو زبانیں:

اکابر علماء کے بارے میں گفتگو ہونے لگی شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہٗ نے فرمایا کہ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیبؒ جب بھی وعظ وتقریر فرماتے تو تقریر سے پہلے گرم پانی سے غسل فرماتے۔ فرمایا: حضرت قاری صاحب بہت نفیس الطبع اور نازک مزاج تھے، کوئی خدمت کرتا تو فرماتے: بھائی آہستہ دبانا۔ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے : ''زور سے دباؤ تاکہ پتہ چلے کہ کوئی دبا رہا ہے''۔

شیخ محمد تقی عثمانی نے فرمایا کہ : حضرت نانوتویؒ کو اللہ تعالیٰ نے دو زبانیں عطا فرمائیں جنہوں نے حضرت نانوتویؒ کے علوم کو آسان کردیا: (۱) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۲) حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ۔

فضل الباری کی تکمیل :

فضل الباری شرح صحیح بخاری کے بارے میں شیخ الاسلام نے فرمایا: مولانا عزیز الحق بنگالی نے یہ مکمل تقریر لکھی ہے۔اب اس کے نواسے اس پر کام کررہے ہیں۔عنقریب مکمل شائع ہوگی۔فرمایا: ان کے نواسے ہمارے ہاں دارالعلوم میں تخصص کرکے گئے ہیں اور فضل الباری پر کام کررہے ہیں۔فرمایا: علامہ عثمانیؒ حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد نہیں تھے۔البتہ حضرت شاہ صاحب کا احترام اساتذہ جیسا کرتے۔

علامہ عثمانی کی نازک مزاجی :

شیخ الاسلام نے فرمایا: علامہ عثمانی بہت نازک مزاج تھے۔مقدمہ بہاولپور میں حضرت شاہ صاحب کیساتھ حضرت والد صاحب، علامہ شبیر احمد عثمانی بھی تشریف لے گئے تو بہاولپور والوں نے جب اتنے بڑے اکابر دیکھے، تو جلسے کا انعقاد کیا۔ علامہ عثمانی نے فرمایا: میں نے تقریر نہیں کرنی۔ دوسرے حضرات اصرار کرتے اور علامہ انکار۔والد صاحب کو چونکہ مزاج معلوم تھا، فرمایا: آپ نے بالکل تقریر نہیں کرنی، جب جلسہ شروع ہوا تو والد صاحب علامہ عثمانی کو بھی سٹیج پر لے آئے۔ ایک ایک مقرر آتا اور تقریر کرکے چلا جاتا۔جب مقررین ختم ہوئے اور اسٹیج پر سیکرٹری اختتامی دُعا کا اعلان کرنے والا تھا کہ علامہ صاحب نے فرمایا: بھائی صبر کرو میں بھی تین منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔پھر جو شروع ہوئے تو علوم و معارف کے دریا بہادیئے اور مسلسل دو تین گھنٹے تقریر کی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی سے دوبارہ مطالبہ شروع ہوا کہ آپ اپنی وہ نعت سنادیں۔

مولانا حقانی نے حضرت شیخ الاسلام کو آمادہ کرنے کے لئے عرض کیا :

ایک مبارک وظیفہ :

اسلام آباد سے نوشہرہ موٹروے پر جارہا تھا کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی بجی، ٹیلی فون اُٹھایا تو بقیۃ السلف استاذ مکرم حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ اپنی نحیف و نزار، کمزور اور بھرائی آواز سے فرمارہے تھے کہ تمہارے لئے وظیفہ بھیج رہا ہوں، اس کو فوراً اپنے عمل میں لے آؤ برکات نازل ہوں گی، اللہ تعالیٰ سے قلبی رابطہ بڑھے گا، ربّ کے عنایات میں اضافہ ہوگا، میں نے کہا حضرت! بھجوادیجئے۔''الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں'' ارشاد فرمایا: پہلے مجھ سے سن لیجئے، میں نے گاڑی رُکوائی تو حضرت لرزتی اور بھرائی آواز میں رو رو کر سنا رہے تھے......

ع   الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں

اس پر مولانا محمد تقی عثمانی عشق رسولؐ اور حاضری وحضوری کے جذبات سے معمور ہوگئے اور اپنے حافظہ کی مدد سے اپنے تمام اشعار سنائے اور حاضرین کے عشق دیارِ رسول اور جذبات محبت واطاعت میں اضافہ فرمایا۔حضرت مفتی صاحب

نے ارشاد فرمایا :

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں
سراپا فقر ہوں ، عجز و ندامت ساتھ لایا ہوں
بھکاری وہ کہ جس کے پاس جھولی ہے نہ پیالہ ہے
بھکاری وہ جسے حرص و ہوس نے مار ڈالا ہے
متاعِ دین و دانش نفس کے ہاتھوں سے لٹوا کر
سکونِ قلب کی دولت ہوس کی بھینٹ چڑھوا کر
گنوا کر عمر ساری غفلت و عصیاں کی دلدل میں
سہارا لینے آیا ہوں تیرے کعبے کے آنچل میں
گناہوں کی لپٹ سے کائناتِ قلب افسردہ
ارادے مضمحل ، ہمت شکستہ ، حوصلہ مردہ
کہاں سے لاؤں طاقت دل کی سچی ترجمانی کی
کہ کس جنجال میں گزری ہیں گھڑیاں زندگانی کی
خلاصہ یہ کہ بس جل بھن کے اپنی روسیاہی سے
سراپا عجز بن کر اپنی حالت کی تباہی سے
تیرے دربار میں لایا ہوں اب اپنی زبوں حالی
تری چوکھٹ کے لائق ہر عمل سے ہاتھ ہے خالی
تیری چوکھٹ کے جو آداب ہیں میں اُن سے خالی ہوں
نہیں جس کو سلیقہ مانگنے کا ، وہ سوالی ہوں
یہ آنکھیں خشک ہیں یا ربّ ! انہیں رونا نہیں آتا
سلگتے داغ ہیں دل میں جنہیں دھونا نہیں آتا
یہ تیرا گھر ہے ، تیرے مہر کا دربار ہے مولا!
سراپا قدس ہے ، ایک مہبطِ انوار ہے مولا!
زباں غرقِ ندامت دل کی ناقص ترجمانی پر
خدایا رحم ! میری اس زبانِ بے زبانی پر

☆ ☆ ☆

جناب محمد جنید انور

مسلکِ دیوبند کے خادمانِ سیرت

سیرت طیبہ ایک آفاقی اور ہمہ گیر موضوع ہے، اس کا ہر پہلو اس قدر وسیع اور وقیع ہے کہ اس پر جس قدر بھی لکھا جائے، کم ہے، مغازی رسول، شمائل نبوی، اخلاق نبوی، معیشت نبوی، معاشرت نبوی، سیاست نبوی، ریاست نبوی اور زراعت نبوی کے موضوعات پر ہر چند کہ لاکھوں صفحے لکھے جا چکے ہیں مگر پھر بھی بہت کچھ لکھنے کی گنجائش باقی ہے۔ آج دنیا کی ۶۷۸۰ معلوم زبانیں اظہار کا ذریعہ ہیں۔ ان میں سے ہر اہم اور قابل ذکر زبان میں تذکار رسالت موجود ہیں۔ موجودہ تحقیق کے مطابق سیرت نگاری کی سب سے اولین موجود تصنیف حضرت عروہؓ بن زبیرؓ (پ ۲۴ھ) کی ''مغازی رسول اللہ'' ہے جس کے بعد مغازی وسیر، دلائل وشمائل، اور مدارج ومعارج پر ہزاروں کتب لکھی جا چکی ہیں۔

دینی ودنیوی خدمات کے تمام شعبہ جات میں دیوبند کے فیض یافتہ افراد کی علمی وعملی خدمات ایک ایسا موضوع ہے جسے ایک مختصر مضمون میں سمیٹنا مشکل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی آغوش میں تیار ہونے والی دل آویز شخصیتوں نے زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں جیسی گراں قدر خدمات انجام دیں، ان کی مثال گزشتہ ایک سو تینتالیس (۱۴۳) برس میں کسی ایک ادارے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس ادارے کے قرن اول کی ایک ایک شخصیت اپنے علم وفضل، تقوی وطہارت اور اپنی گوناگوں خدمات کے لحاظ سے بڑے بڑے اداروں پر بھاری ہے اور خدمتِ دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں ان بزرگوں نے اپنی جدوجہد کے انمٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ ان کی خدمات اور ان کے اثرات کا دائرہ کار اتنا وسیع ہے کہ اب تو پاکستان کی مختلف جامعات میں علمائے دیوبند کی علمی خدمات کے حوالے سے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق کی جارہی ہے۔

سیرت النبی ﷺ سے علماء دیوبند کا خاص ذوق وابستہ ہے۔ اس ضمن میں ان کا کام مختلف جہتیں رکھتا ہے۔ علمائے دیوبند اور ان کے تربیت یافتہ اہلِ قلم حضرات نے سیرت کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور اپنی بساط کے مطابق سرورِ دوعالم ﷺ کی جاوداں سیرت کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ ایک طویل سلسلہ ہے، ایک ایسا سلسلہ جس کے تابندہ نقوش سے ہم آج بھی روشنی حاصل کررہے ہیں اور یہ سلسلہ الحمدللہ تاحال جاری ہے۔

دیوبند مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد (چاہے وہ علماء ہوں یا علماء کے علاوہ پڑھے لکھے وہ افراد جو تصنیف و تالیف کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں) نے سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر اپنی تحقیقات کو پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے سیرت النبی ﷺ کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

بانی دارالعلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) نے آبِ حیات کے نام سے سیرت پر کتاب تحریر کی۔ جسے معلوم تاریخ کے مطابق دیوبند مکتبہ فکر کے پلیٹ فارم سے سیرت کے موضوع پر تصنیف کی جانے والی پہلی تصنیف شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۲۔۱۹۰۳ء میں دہلی کے مطبع دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد سے ہی سیرت النبی کے موضوع پر تصنیف و تالیف کی جانے والی کتب کا ایک سلسلہ ہائے دراز شروع ہوگیا جو تا حال جاری ہے اور پچھلے تیس برس کے عرصے کے دوران اس میں بہت زیادہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اردو زبان میں پہلی غیر منقوط کتاب سیرت 'ہادیٔ عالم' ہے جو مولانا ولی رازی مدظلہ کے قلم سے تحریر ہوئی ہے۔ یہ کتاب اردو زبان و ادب کے لئے ایک ایسے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے جس پر اردو زبان بلاشبہ فخر کرسکتی ہے۔

دیو بند مکتبہ فکر کی خدمات سیرت کا بہ حیثیت مجموعی سب سے پہلا باقاعدہ تذکرہ سید محبوب رضوی کی کتاب ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' میں ملتا ہے۔ ان کی ذکر کی گئی کتب میں جن کا تذکرہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

نشر الطیب (مولانا اشرف علی تھانوی) النبی الخاتم (مولانا مناظر احسن گیلانی) سیرت خاتم الانبیاء (مفتی محمد شفیع) سیرت المصطفیٰ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی) سیرت مبارکہ محمد رسول اللہ (مولانا سید محمد میاں) سیرت طیبہ (قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی) نبی عربی (قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی) بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین (مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی) نور البصر فی سیرت خیر البشر (مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی) سیرت رسول (محمد اسلم رمزی) رسول اکرم کی سیاسی زندگی، اخلاق کے آئینہ میں (مولانا اخلاق حسین قاسمی)، وفات النبی (مولانا اخلاق حسین قاسمی)، حیات نبویہ (مفتی محمود احمد نانوتوی) خاتم النبیین (قاری محمد طیب)۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند / سید محبوب رضوی / دیوبند، ادارہ اہتمام، دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۷ / ج ا ص ۵۳۱۔۵۴۳)

ذیل میں ہم اپنی تحقیق کے مطابق اکابرین مسلک دیوبند کے قلم سے تحریر شدہ ابھی تک کی معلوم کتب سیرت کی ایک مختصر فہرست پیش کر رہے ہیں جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ کون سے سال میں کس مصنف کی کون سی کتاب منظر عام پر آئی۔

یہ فہرست کتابیات کے عالمی اور معیاری اصول و ضوابط کے مطابق الف بائی ترتیب سے تیار کی گئی ہے۔

احمد علیؒ، مولانا / رسالہ خلق محمدی ﷺ / لاہور، انجمن خدام الدین، ۱۳۵۶ھ / ۱۸ص

احمد علیؒ، مولانا / پیغام رسول ﷺ / لاہور، خدام الدین، ۱۲۵۶ھ / ۲۴ص

احمد علیؒ، مولانا / رسالہ معراج النبی ﷺ / لاہور، انجمن خدام الدین، ۱۳۵۵ھ / ۲۴ص

احمد علیؒ، مولانا / رسول اللہ ﷺ کے وظیفے / لاہور، انجمن خدام الدین، ۱۳۵۴ھ / ۲۴ص

بلند شہریؒ، آغا رفیق، مولانا / آفتاب رسالت (حصہ اول) دہلی، نوبہار بک ڈپو، ۱۹۳۶ء / ۲۰۸ص

تھانویؒ، اشرف علی، مولانا / حبیب خدا (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب) / دہلی، مکتبہ عزیزیہ،۱۹۴۴ء / ۳۲۰ص
(اسی سال یہی کتاب لاہور سے مکتبہ دانش نے ۳۲۰ صفحات کی ضخامت کے ساتھ شائع کی۔)
تھانویؒ، اشرف علی، مولانا / کثرۃ الازواج لصاحب لامعراج / دہلی، مطبع تجلی محمد میاں دیوبندی، مولانا / تاریخ اسلام (پہلا حصہ دربیان سیرت) / دیوبند، کتب خانہ اعزازیہ ۱۹۳۳ء / ۱۲۸ص
نانوتوی، محمد قاسم، مولانا / آب حیات / دہلی، مطبع دہلی،۱۳۲۳ھ / ۲۶۰ص
رازی، محمد ولی، مولانا / ہادی عالم / کراچی مکتبۃ العلم،۱۹۸۲ء / ۴۱۶ص

عربی کتب سیرت کے تراجم:

عربی زبان نہ جاننے والے شائقین سیرت کی تشنگی کو دیکھتے ہوئے اہم عربی کتب سیرت کا اردو زبان میں ترجمے کا کام شروع ہوا۔ دیوبند کے پلیٹ فارم سے اس سلسلے کی سب پہلی کاوش جس کتاب کو قرار دیا جاسکتا ہے وہ مولانا اشرف علی تھانوی کی نشر الطیب ہے۔ جو مفتی الٰہی بخش کاندھولی رحمہ اللہ کی عربی کتاب شیم الحبیب کا ترجمہ ہے۔ اس کے بعد قابل ذکر ترجم میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا کیا گیا ترجمہ ہے جو انہوں نے امام غزالی کی کتاب آداب النبی کا کیا تھا۔ اس کے بعد مختلف ادوار میں سیرت حلبیہ، تاریخ ابن خلدون کے حصہ سیرت النبی، امام ابن سنی کی کتاب عمل الیوم واللیلۃ، عبدالفتاح ابوغدہ کی کتاب سیرت، قاضی عیاض کی کتاب الشفاء، اور امام ابوجعفر دیبلی کی فرامین نبوی کو اردو قالب میں ڈھالا گیا۔ ذیل میں ان تراجم کی ایک مختصر فہرست پیش خدمت ہے۔ ان ترجم کی تفصیلی فہرست ماہنامہ الخیر، ملتان کے مارچ ۲۰۰۹ء کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔

ابوغدہؒ، عبدالفتاح / حضور ﷺ بطور معلم / مترجم: مولانا حبیب حسین / کراچی، درخواستی کتب خانہ،۲۰۰۳ء / ۲۵۶ص
امام غزالیؒ / آداب النبی ﷺ / مترجم: مفتی محمد شفیعؒ / لاہور، ادارہ اسلامیات،۱۹۷۰ء / ۹۶ص
انصاری، عمادالدین / سیرت النبی ﷺ / مترجم: مولانا محمد فاروق حسن زئی / کراچی، کتب خانہ مظہری ۱۹۹۰ء / ۹۲ص
ٹھٹھویؒ، مخدوم محمد ہاشم / عہد نبوت کے ماہ وسال / مترجم مولانا محمد یوسف لدھیانوی / مطبع شرکت پریس لاہور ۱۹۸۰ء / ۴۰۲ص۔
حلبیؒ، علی بن برہان الدین، علامہ / سیرت حلبیہ / مترجم: مولانا محمد اسلم قاسمی / کراچی، دارالاشاعت۔ ۱۹۹۹ء / ج ۱، ۶۶۴ص۔ ج ۲، ۶۱۰ص۔ ج ۳، ۴۳۹ص۔ ج ۴، ۴۲۰ص۔ ج ۵، ۵۲۳ص۔ ج ۶، ۵۵۱ص۔
حلبیؒ، علی بن برہان الدین، علامہ / غزوات النبی ﷺ / مترجم: مولانا محمد اسلم / ترتیب: مولانا زکریا اقبال / کراچی، دارالاشاعت ۲۰۰۱ء / ۸۸۴ص۔
عیبلی، امام ابوجعفر / فرامین نبوی ﷺ / ترجمہ تحقیق وشرح: مولانا محمد عبدالشہید نعمانی / کراچی، الرحیم اکیڈمی،۱۹۸۶ء / ۱۶۰ص

رسول اکرم ﷺ کے رات اور دن / مترجم: مولانا ارشاد فاروقی / کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰۶ء / ۸۹۶ص۔

سیرت النبیؐ (ترجمہ حصہ سیرت تاریخ ابن خلدون) / مترجم: ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری / لاہور، الفیصل، اردو بازار ۲۰۰۱ء / ۲۷۰ص

صلاح بن فتحی / محسن انسانیت ﷺ کا سفر آخرت / مترجم: مولانا محمد زکریا اقبال / بیت العلوم، لاہور / ۱۰۴ص

قاضی عیاضؒ / کتاب الشفاء / مترجم: مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ / شمع بک ایجنسی لاہور ۱۹۹۸ء / ج ۱، ۴۰۴ص۔ ج ۲، ۲۹۳ص۔

کاندھلویؒ، مولانا محمد زکریا / حجۃ الوداع و عمراۃ النبی ﷺ / مترجم: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ / کراچی مکتبہ لدھیانوی ۱۴۱۵ھ / ۵۱۸ص

محمد احمد برانق، شیخ / مجموعہ سیرت رسول ﷺ / مترجم: مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ / کراچی، دارالتصنیف بنوری ٹاؤن ۱۹۹۲ء / ج ۱، ۴۹۲ص۔ ج ۲، ۳۴۲ص۔

محمود خطاب شیت / نور مصطفی ﷺ کی جھلکیاں (فوجی نقطہ نظر سے) / مترجم: ڈاکٹر فیوض الرحمان / راولپنڈی حرا بک ڈپو، س۔ن / ۱۳۲ص۔

قیام پاکستان کے بعد جہاں کتب سیرت کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا وہاں مختلف رسائل میں سیرت النبی کے حوالے سے خصوصی اشاعتوں کا رجحان بھی بڑھا۔ اردو رسائل کے رسول ﷺ نمبر / سیرت نمبر، رفعتِ ذکر کے اسی تسلسل کا ایک ایسا خوبصورت سلسلہ ہیں جو مارچ ۱۹۱۱ء کے ''نظام المشائخ دہلی'' سے شروع ہوا اور تا حال مختلف انداز میں جاری ہے۔ دیوبند مکتب فکر کے حامل رسائل نے اس پہلو سے بھی سیرت النبی کی خدمت میں اپنا حصہ ڈالا۔ اس سلسلے میں چند مؤقر رسائل کے خصوصی سیرت نمبر درج ذیل ہیں۔

ماہنامہ الرشید، ساہیوال کا سیرت نمبر جو عبدالرشید ارشد کی ادارت میں فروری ۱۹۷۹ء کو ۴۸ صفحات کی ضخامت میں شائع ہوا۔ اسی سلسلے کا دوسرا سیرت نمبر ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں ۶۲ صفحات کی ضخامت کے ساتھ شائع ہوا۔

ماہنامہ صوت الاسلام، فیصل آباد کا سیرت نمبر جو مولانا مجاہد الحسینی کی ادارت میں ربیع الاول ۱۴۰۶ھ بہ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء کو ۱۱۲ صفحات کی ضخامت میں شائع ہوا۔ ان کا دوسرا سیرت نمبر ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ بہ مطابق دسمبر ۱۹۸۶ء کو ۱۰۰ صفحات کی ضخامت میں شائع ہوا۔

سیرت نمبروں کی اشاعت کا ایک مسلسل سلسلہ ۱۹۸۹ء سے ماہنامہ سلوک و احسان، کراچی نے شروع کیا جو محمد شاہد کی ادارت میں مختلف ضخامتوں کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔

ماہنامہ آب حیات، لاہور نے بھی محمود الرشید حدوٹی کی ادارت میں ایک سیرت نمبر شائع کیا جس نے حکومت پاکستان سے سیرت ایوارڈ بھی حاصل کیا۔

ماہنامہ بزم قاسمی، کراچی نے قاری سید قمر قاسمی کی ادارت میں جولائی ۱۹۹۶ء کو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل سیرت النبی نمبر کا اجرا کیا۔

احمد خیرالدین انصاری کی ادارت میں ماہنامہ مسیحائی، کراچی نے سیرت النبی کے حوالے سے مختلف اشاعتوں (ہادی اعظم نمبراورایک سے زائد سیرت رسول نمبر) کا اہتمام کیا۔جن میں سے ایک اشاعت کوحکومت پاکستان کی جانب سے سیرت ایوارڈ بھی دیا گیا۔

ماہنامہ تعمیر افکار، کراچی نے اپریل ۲۰۰۷ء میں سید عزیز الرحمٰن کی ادارت میں ۶۳۹ صفحات پر مشتمل سیرت نمبر کا اجرا کیا۔اس سیرت نمبر کو ۲۰۰۸ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے سیرت ایوارڈ بھی دیا گیا۔

اردو زبان میں سیرت طیبہ اور تعلیمات نبوی پر مشتمل پہلا علمی و تحقیقی مجلہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ بہ مطابق جون ۱۹۹۰ء میں ''شش ماہی السیرۃ عالمی'' کے نام سے کراچی سے منظر عام پر آیا جو صرف سیرت طیبہ ہی کے لئے مختص ہے۔یہ مجلہ معروف سیرت نگار اور اردو زبان میں پہلی قاموس سیرت کے مصنف سید فضل الرحمٰن کی زیر ادارت شائع ہورہا ہے۔ اب تک اس تحقیقی مجلے کے ۲۲ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔سال میں با قاعدگی سے دومرتبہ شائع ہونے والے اس تحقیقی مجلے میں اب تک سیرت طیبہ پر دس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل مواد منظر عام پر آچکا ہے۔

اس مجلے کو حکومت پاکستان کی جانب سے پانچ مرتبہ قومی سیرت ایوارڈ بھی دیا گیا ہے۔اپنے علمی و تحقیقی معیار، عناوین وموضوعات کی ندرت اور ادبیت کی چاشنی نے اسے علمی حلقوں میں قبولیت کی سند عطا کردی ہے اور اب یہ ایک ریسرچ جرنل بن چکا ہے۔

علوم سیرت کے لئے خاص دوسرا مجلہ ۲۰۰۸ء میں ''جہان سیرت'' کے نام سے کراچی سے منظر عام پر آیا۔اس کی ادارت کی ذمہ داری اردو سیرت نگاری کی چلتی پھرتی تاریخ کا درجہ رکھنے والے فن سیرت کے ان تھک و بے لوث خادم جناب حافظ محمد عارف گھانچی کے حصے میں آئی۔ جہان سیرت دراصل سیرت النبی ﷺ، علوم سیرت اور تعارف کتب سیرت پر مشتمل ایک تحقیقی مجلہ ہے۔جس کے پانچ شمارے شائع ہوکر محققین سیرت اور طلبائے علوم سیرت سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔اس کے اجراء کا اصل مقصد سیرت النبی کے حوالے سے منتشر اور مختلف معلومات کو سیرت کے شائقین کے سامنے پیش کرنا ہے۔

دیوبندی مکتب فکر کی خدمات سیرت کے حوالے سے پشاور یونیورسٹی کے شعبہ مطالعات سیرت میں ڈاکٹر قبلہ ایاز کے زیر اشراف پی ایچ ڈی کے ایک مقالے پر بہ عنوان ''سیرت نبوی پر دیوبندی علماء کی اردو تصنیفات کا تحقیقی جائزہ'' تحقیقی کام جاری ہے۔دیوبند مکتب فکر کی خدمات سیرت کے حوالے سے ایک مفصل کتاب بھی زیر تکمیل جو عن قریب منصہ شہود پر آنے والی ہے۔اس میں دیوبندی مکتبہ فکر سے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر تصنیف و تالیف کی جانے والی کتب، تراجم، رسائل اور کتب درود وسلام کی کتابیات شامل کی گئی ہے۔

بحث ونظر علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی (ایم اے)

سجادہ نشین مرکز اویسیاں نارووال

12 ربیع الاول یوم ولادت یا یوم وصال؟

بعض حضرات، سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہہ کر ان کے ایمان افروز جذبات کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کا دن ہے۔اس لئے اس روز خوشی منانے کا جواز ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ تو غم افسوس اور سوگ کا دن ہے۔چنانچہ قاضی محمد سلیمان اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں رقمطراز ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔ ''اِنَّا لِلّٰہ وَاِ نَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔'' (رحمۃ اللعالمین جلد اول صفحہ ۳۲۳)

۱۲ ربیع الاول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہے۔اس روز خوشیاں منانے والے اپنے نبی ﷺ کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں۔ان کا ضمیر وایمان مردہ ہے۔ان کو نہ اپنے نبی ﷺ کا پاس ہے نہ ان سے حیا۔یہ لوگ روز قیامت خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔محمد عربی ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

کیا ۱۲ ربیع الاول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔اس موضوع پر مورخین ومحققین اسلام کا نکتہ نظر اختصاراً پیش خدمت ہے۔

پیر کا دن:۔ اگرچہ یہ بات طے ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اور وفات شریف پیر کے دن ہوئی۔لیکن وفات شریف کیلئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کو خاص کرنا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں۔یہ بات نہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے ثابت ہے نہ ہی تابعین سے۔لہٰذا بعد میں کسی کا ۱۲ ربیع لاول کو تاریخ وفات قرار دینا ہرگز درست نہیں۔

روایت شریف سے استدلال:۔ معترضین ۱۲ ربیع الاول کو وفات شریف ثابت کرنے کے لئے ایک روایت جو کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منسوب ہے سے استدلال کرتے ہیں۔مگر اس موقع پر اس روایت کے راوی کی حیثیت پر تبصرہ نہیں کرتے۔حالانکہ اہل علم حضرات پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس روایت کی سند محمد بن عمرو اقدی ایک ایسا راوی ہے۔جس کے بارے میں اسحاق بن راھویہ، امام علی بن مدین، امام ابو حاتم الرازی اور نسائی نے متفقہ طور کہا ہے کہ واقدی اپنی طرف سے در پیش گھڑ لیا کرتا تھا۔امام یحییٰ بن معین کے نزدیک واقدی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں ہے۔امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا واقدی کذاب ہے۔حدیثوں میں تبدیلی کر دیتا تھا۔بخاری شریف اور ابو حاتم رازی نے کہا کہ واقدی کی حدیثیں تحریف سے محفوظ نہیں۔امام ذہبی نے فرمایا کہ واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر آئمہ جرح وتبدیل کا اجماع ہے۔(میزان الاعتدال جلد ۲، ص ۳۶۔۳۲۵ مطبوعہ ہند قدیم۔)

معلوم ہوا کہ اس روایت کے سخت ضعیف ہونے پر محدثین و محققین اسلام کا اجماع ہے۔لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنا باطل ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ! اگر ہم ۱۲ ربیع الاول کو تاریخ ولادت ثابت کرنے کیلئے دلائل اکٹھا کرنا شروع کریں تو اس موضوع پر پوری کتاب تیار ہوسکتی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر زیر قلم مضمون میں فقط یہ ثابت کریں گے کہ ۱۲ ربیع الاول حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ ﷺ کا یوم وصال نہیں ہے۔

۱۲ ربیع الاول کا تاریخ وفات نہ ہونے پر ناقابل تردید دلیل :مورخ اسلام امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی ارشاد فرماتے ہیں:''وکیف ما دار الحال علی ھذا الحساب فلم یکن الثانی عشر من ربیع الاول یوم الاثنین بوجہ۔'' (الروض الانف جلد۲،ص ۳۷۲)

یعنی اس حساب پر کسی طرح بھی حال دائر ہو مگر ۱۲ ربیع الاول کو یوم وفات سوموار کسی صورت میں نہیں آسکتا۔یہی مضمون امام شمس الدین الذھبی ،ابن کثیر،امام نورالدین علی بن احمد السمہوری بن برہان الدین الحلبی وغیرہ سے بھی منقول ہے۔(تاریخ اسلام للذہبی جز السیرۃ النبویہ ص ۴۰۰-۳۹۹، وفاء الوفاء جلد۱ص ۳۱۸، البدایہ والنہایہ جلد۵ص ۲۵۶ سیرۃ حلبیہ جلد۳ص ۴۷۳) محققین و مورخین اسلام کی مذکورہ دلیل کو پرکھنے کیلئے تاریخ اسلام کی کسی پختہ تاریخ و یوم کا معلوم ہونا ضروری ہے۔اس مقصد کیلئے یوم عرفہ ۱۰ھ کو ۹ ذی الحج کی تاریخ اور جمعۃ المبارک کا دن ہونے پر مختصر دلائل پیش کرتے ہیں۔تا کہ اس تاریخ سے تقویم کی رو سے نتیجہ سامنے آسکے۔یوم عرفہ کو تاریخ سے تقویم کی رو سے نتیجہ سامنے آسکے۔یوم عرفہ کو تاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ اور دن جمعۃ المبارک کا تھا۔۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا اسی روز یہ آیت نازل ہوئی۔''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الا سلام دیناً۔'' (المائدہ،آیت نمبر۳)''یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔(کنزالایمان شریف) یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا،بعد عصر نازل ہوئی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین ! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے۔اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے۔فرمایا کون سی آیت؟ اس نے یہی آیت''الیوم اکملت لکم -----پڑھی۔آپؓ نے ارشاد فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی۔اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں۔وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔(خزائن العرفان)

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا۔آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن ۲ عیدیں تھیں۔جمعہ،عرفہ۔(خزائن العرفان)

یہ آیت جیسا کہ شیخین نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا،عصر کے وقت جمعہ کے روز ذوالحجہ کی نویں تاریخ، حجۃ الوداع میں جو کہ ۱۰ھ میں تھا۔نازل ہوئی ہے۔

(حاشیہ القرآن الحکیم مع ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی ومولانا اشرف علی تھانوی ف ۱۰ اص ۱۱۹ مطبوعہ تاج آرٹ پریس کراچی)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ مکہ معظمہ میں حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر عرفہ کے دن، جمعہ کے روز عضباء ناقہ پر سوار تھے۔ (ترجمہ مولانا محمود الحسن مع حاشیہ فوائد القرآن ص ۱۷۲)

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے روز جمعہ کے دن عصر کے وقت نازل ہوئی جبکہ میدان عرفات میں حضرت خیر الانام ﷺ کی اونٹنی کے گرد چالیس ہزار سے زائد اتقیاء ابرار رضوان اللہ علیھم اجمعین کا مجمع تھا۔

(ترجمہ مولانا محمود الحسن مع حاشیہ فوائد القرآن ص ۱۷۳)

نویں ذی الحجہ کو آنحضرت ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آکر اترے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ (رحمۃ اللعالمین جلد اول ص نمبر ۲۹۹)

نبی کریم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔

(رحمۃ اللعالمین جلد اول ص ۳۰۵ بحوالہ صحیح بخاری عن عمر بن الخطابؓ)

اس مختصر سی وضاحت سے واضح ہوا کہ یوم عرفہ کو تاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۰ ھ اور دن جمعۃ المبارک کا تھا۔ اس تاریخ سے حساب شروع کر کے چاند کے طلوع وغروب ہونے کی نسبت سے ذی الحجہ محرم اور صفر کے ایام کی تعداد انتیس ۲۹ اور تیس ۳۰ متصور کر کے ہر اسلامی مہینہ تقویمی نظام کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ آیا ۱۲ ربیع الاول شریف کا دن سرکار دو عالم کا یوم وصال ہے یا نہیں؟

۹ ذی الحجہ تا ۱۳ ربیع الاول تک تقویمی نظام کی رو سے ربیع الاول شریف کو ۱، ۲، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۳ میں سے کوئی ایک تاریخ نبی کریم ﷺ کی تاریخ وفات قرار پاتی ہے جبکہ منکرین میلاد کے دعوی کے برعکس ۱۲ ربیع الاول کو سوموار کا دن نہیں آتا ہے۔ چنانچہ کتب تواریخ وسیر میں بھی وفات شریف کی تاریخ سے متعلق مختلف روایات موجود ہیں۔ اجلہ تابعین ابن شہاب زہری ،سلیمان بن طرخان اور سعد بن ابراہیم زہری سے اسناد کے ساتھ یکم ا، دو ۲ ربیع الاول کو وفات نبوی منقول ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے بھی یکم ربیع الاول کو یوم وفات قرار دیا ہے۔ (سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد ۲) محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے شیخ عبداللہ نے آٹھ ربیع الاول کو یوم وفات قرار دیا ہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول ﷺ)

دعوت فکر وعمل :۔ وہ جن کو دعوی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال ہے۔ معتبر حقائق ودلائل کی روشنی میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ کو سوموار کا دن ثابت کریں۔ مذکورہ دلائل کا رد بلیغ کریں۔ لیکن سوموار شریف کا دن نہ کر سکیں یا پیش کردہ دلائل کا معقول جواب نہ دے سکیں تو ہم عرض کریں گے کہ (۱) ۱۲ ربیع الاول کو غم اور سوگ کی بجائے آقائے کائنات ﷺ کے میلاد کی خوشیاں منایا کریں۔ (۲) محبوبان ومقبولان خدا کی تنقیص کی بجائے توقیر وعظمت کے پہلو جات بیان فرمائے جائیں اور ہر ممکن ادب واحترام کا خیال رکھا جائے۔

جناب محمد فخر

محبت رسولؐ اور اتباعِ سنّت

آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی مسلمانوں اور اہل اسلام کے لئے مرکز ملت کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ کی محبت والفت اور تکریم کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ایمان کا جزو اور اساس بنایا ہے۔آپ علیہ السلام مخلوق میں محبت کے سب سے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ذات سے زیادہ ہماری محبت کے حق دار ہیں۔قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (الاحزاب ۶) ترجمہ:"بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کے لیے ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔"اس آیت نے بغیر کسی قید وتحدید کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کو ہر مسلمان کی ذات پر فوقیت دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیح بخاری ۱۵) ترجمہ:"تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" ۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا وجود اور ایمانی عمارت کی بنیاد حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اگر اس عمارت میں کوئی کمی، کوتاہی رہ گئی تو پھر ایمان اُس خیالی عمارت کی طرح رہ جائے گا جسے زمین کے بغیر بنانے کا سوچا جائے۔جس طرح مضبوط سے مضبوط عمارت، زمین کی ذرا سی حرکت اور جنبش سے آسمان کو چھوتی چھوتی،ٹکڑوں میں بکھر کر زمین والوں کی ٹھوکر میں در بدر خاک بسر ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح اعمال واوصاف جس قدر بھی ہوں لیکن اگر رحمۃ للعالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ان کے عشق، ان سے وابستگی میں کمی ہوگئی تو ان اعمال واصاف کی بارگاہ خداوندی میں کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی۔اس لئے کہ ہر نبی اور رسول اپنی امت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور ہمدرد ہوتا ہے وہ بغیر کسی دنیاوی غرض اور لالچ کے ہر وقت ان کو اس بات کی نصیحت کرتا ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور بت پرستی اور کفر وشرک کی غلاظتوں سے نجات پا کر جنت کے راستے پر آجائیں۔لیکن تمام نبیوں اور رسولوں کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر اپنی امت کے خیر خواہ، ہمدرد اور شفیق ومہربان ہیں۔کوئی رشتہ دار حتی کہ ماں باپ انسان سے اتنی محبت نہیں کرتے جس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ایک ایک فرد

سے محبت کرتے ہیں اور ان کے لئے بے چین رہتے ہیں اور دعائیں فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب رشتہ داروں حتی کہ ہماری جان اور ہمارے نفس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں تو آپ کا حق بھی سب سے زیادہ ہے۔آپ کا سب سے بڑا حق آپ سے ایسی محبت کرنا ہے کہ پھر کائنات میں اللہ کے بعد کسی دوسرے سے ایسی محبت نہ کی جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری میں مر مٹنے کا جذبہ موجزن ہونا چاہیئے۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی علامت اور پیمانہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی اتباع کو بنا رکھا ہے۔اگر انسان کی زندگی میں اتباع سنت ہے تو اس کی زندگی کا ہر قول وعمل آپ علیہ السلام کی سنت مطہرہ میں ڈھلا ہوا ہے تو کہا جائے گا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے دعوے میں سچا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ محبت کا پیمانہ آپ کی اتباع کو بنا رکھا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا لازمی تقاضا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، اس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ ہم اللہ کی محبت میں پختہ تر اور مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے اور دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اللہ کے محبوب اور اس کی مغفرت ورحمت کے سزاوار قرار پائیں گے۔اور اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں اپنی محبت کا معیار بھی بتادیا ہے کہ اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعوی ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر اتباع کرے جو شخص اتباع کا جس قدر اہتمام کرےگا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی روشنی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے گا، وہ اس اپنے دعوی میں سچا ہوگا۔آپ علیہ السلام کیلئے اسی اتباع اور اطاعت مطلوب ہے جو دل کی انتہائی گہری محبت کے ساتھ ہو، دل کی پوری آمادگی کے ساتھ ہو، اور انبساط قلب اور شرح صدر کے ساتھ ہو۔

قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بار بار اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت سے اعراض کو اور منہ موڑنے کو کفر کہا گیا ہے۔اور آپ علیہ السلام کی کامل اتباع اور محبت جیسے ایمان کا لازمی جزو اور بنیاد ہے، اسی طرح آپ علیہ السلام کی حکم عدولی اور اعراض کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (۳۲)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے، کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں

سے محبت نہیں کرتا۔"

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ جس نے بھی رسول کی اطاعت سے اعراض کیا اور منہ موڑا وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس آیت نے اس بات کو بتلا دیا کہ دین میں رسولوں کی مخالفت کرنا کفر ہے اور جو اس صفت سے متصف ہو اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا اگر چہ وہ خود اس زعم میں مبتلا ہو اور اس امر کا مدعی ہو کہ وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب تک وہ رسول کریم نبی امی خاتم الرسل اور اللہ کے اس پیغمبر کا جو تمام ثقلین جنوں اور انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اتباع نہ کرے۔ جس کی شان یہ ہے کہ تمام انبیاء، اور رسول بلکہ اولوالعزم پیغمبر بھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو اُن کیلئے بھی سوائے آپ کی اتباع کرنے اور آپ کی اطاعت میں داخل ہونے اور آپ کی شریعت کی پیروی کرنے کے، اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔" (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۵۸)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ علیہ السلام کی کامل اتباع کی اور حقیقی محبت کا ثبوت دیا اور آپ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، جس کی بدولت دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی اور سرخروئی حاصل کی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ" جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے۔ جب کان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آواز آئی کہ "بیٹھ جاؤ" تو آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے۔ خطبہ کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے اور سڑک پر بیٹھنے کو تو نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے۔

یہ تھے حضرات صحابہ کرام جنہوں نے اتباع سنت اور حقیقی عشق رسول دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور سرخروئی و کامیابی حاصل کی، عزت و شوکت بھی پائی اور اقتدار بھی حاصل کیا، اور آنے والی نسلوں کیلئے قابل تقلید نمونہ بھی بنے۔ لیکن آج ہم ہیں کہ ہم پر دنیا کا خوف ہے، ہم آپ علیہ السلام کی سنت میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے میں خوف اور شرم محسوس کرتے ہیں۔ آج ہم اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنی زندگیوں میں اپنالیں تو ہم بھی سو فیصد کامیابی و کامرانی حاصل کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت اور کامل اتباع نصیب فرمائے۔

مولانا نصیر احمد قاسمی
ریسرچ اسکالر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا

عورت اسلام کے آئینے میں

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نسل کی ابتداء حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے کی، کائنات کے سب سے پہلے مرد اگر حضرت آدم علیہ السلام ہیں، تو عورتوں میں سب سے پہلی عورت حضرت حوا علیہما السلام ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے، ''یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء'' (نساء/۱)۔

ترجمہ: اے لوگو، اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، اور اس جاندار سے اس کا جوڑا (یعنی ان کی زوجہ حوا کو) پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے، ''اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو''۔ (حجرات/۱۳)۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا، کہ بنی نوع انسان ایک مرد و عورت سے مرکب ہے، دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے، اور زندگی کا سفر کسی ایک کے بغیر کرنا اتنا ہی مشکل ہے، جتنا کہ دو پہیا گاڑی کا ایک پہیا کے سہارے اپنی مسافت کو طے کرنا، اس لحاظ سے دونوں کا ساتھ چولی دامن کا ہے، مگر اہل زمانہ کی ستم گری کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صنف نازک پر مظالم و مصائب کے جو پہاڑ ڈھائے گئے، وہ اپنی داستان آپ ہے۔

نبی کریم کی بعثت سے قبل وہ ایک منحوس ذات سمجھی جاتی تھی، اس کی ولادت کو باعث شرم و عار سمجھا جاتا تھا، جس کی منظر کشی قرآن کریم نے اس ارشاد سے کی، '' واذا بشر احدھم بالأنثیٰ ظلّ وجھہ مسودا وھو کظیم، یتوارٰی من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علی ھون أم یدسّہ فی التراب ألا ساء ما یحکمون ''۔ (سورہ نحل/۵۸، ۵۹)۔ ترجمہ: اور جب ان میں کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خبر دی جائے، تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے، اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے، (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے، (تولد دختر) اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے، آیا اس کو ذلت پر لئے رہے، یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، خوب سن لو، ان کی یہ تجویز بہت بری ہے۔ (معارف القرآن ج ۵، ص ۳۵۵)

اس آیت کریمہ میں کفار عرب کی اس خصلت پر مذمت کی گئی ہے کہ وہ اپنے گھر میں لڑکی کی پیدا ہونے کو اتنا

برا سمجھتے ہیں کہ شرمندگی کے سبب لوگوں سے چھپتے پھریں، اور اس سوچ میں پڑ جائیں کہ لڑکی پیدا ہونے سے جو میری ذلت ہو چکی ہے، اس پر صبر کروں یا اس کو زندہ درگور کر کے پیچھا چھڑاؤں، گویا ولادت کے بعد ان کے ساتھ انسانیت کو شرمسار کرنی والی گھناؤنی حرکت انجام دی جاتی تھی، اور وہ گھناؤنی حرکت کسی غیر سے نہیں، بلکہ خود اپنے ماں باپ سے سرزد ہوتی تھی، چنانچہ مولانا مودودی صاحب آیت قرآنی ''واذا الموئودة سئلت بأی ذنب قتلت'' کے تحت رقمطراز ہیں: ''اس آیت کے انداز بیان میں ایسی شدید غضبنا کی پائی جاتی ہے، جس سے زیادہ سخت غضبنا کی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، بیٹی کو زندہ گاڑنے والے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے قابل نفرت ہوں گے، کہ ان کو مخاطب کر کے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اس معصوم کو کیوں قتل کیا، بلکہ ان سے نگاہ پھیر کر معصوم بچی سے پوچھا جائے گا کہ تو بے چاری کس قصور میں ماری گئی، اور وہ اپنی داستان سنائے گی، کہ ظالم ماں باپ نے اس کے ساتھ کیا ظلم کیا''۔ (تفہیم القرآن ج ٦، ص ۲۶۴)۔

اس آیت کریمہ کے ذریعہ اہل عرب کو یہ احساس دلایا گیا کہ وہ اخلاقی پستی کے کس انتہاء پر پہونچ چکے ہیں کہ وہ اپنی ہی اولاد کو اپنے ہی ہاتھوں زندہ درگور کرتے ہیں، اور پھر ستم بالائے ستم کہ انہیں پھر بھی شدید اصرار ہے کہ وہ اپنی اسی جاہلیت پر قائم رہیں گے، اور اس اصلاح کو قبول نہ کریں گے، جو جناب رسول اکرم ﷺ ان کے بگڑے ہوئے معاشرے کے حوالے سے کرنا چاہتے تھے۔ اہل عرب میں یہ گھناؤنی حرکت کئی وجوہ سے رائج ہو چکی تھی، پہلی وجہ یہ تھی کہ وہ معاشی خستہ حالی سے دوچار تھے، جس کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ کھانے پینے والے کم ہوں اور اولاد کی پرورش و پرداخت کا باران پر زیادہ نہ پڑے، لیکن بیٹوں کی تربیت اور پرورش اس امید سے کی جاتی تھی کہ بعد میں وہ حصول معیشت میں ہاتھ بٹائیں گے، اور بیٹیوں کو ہلاکت کے منہ میں اس بناء پر دھکیل دیا جاتا تھا کہ جوانی تک ان کو پالنے پوسنے کی مشقت برداشت کرنے کے بعد بیاہ دینا ہوگا۔

دوسری وجہ اس رسم بد کی یہ تھی کہ معاشرے میں بدامنی عام تھی، جس کی وجہ سے اہل عرب بیٹوں کی پرورش اس لئے کرتے تھے کہ جس کے جتنے زیادہ بیٹے ہوں گے، اس کے اتنے ہی زیادہ حامی و مددگار رہوں گے، اور اس کے برعکس بیٹیوں کی پرورش اس لئے ناقابل برداشت تھی کہ قبائلی جنگوں میں ان کی حفاظت کرنی پڑے گی، اور وہ دفاع میں ان کے کام نہ آئیں گی۔

تیسری وجہ بدامنی ہی کا ایک دوسرا پہلو تھا کہ دشمن قبیلے جب ایک دوسرے پر اچانک چھاپے مارتے تھے، تو جو لڑکیاں ان کے ہاتھ آ جاتی تھیں، وہ یا تو ان کو لے جا کر لونڈیاں بنا کر رکھتے تھے یا کہیں بیچ ڈالتے تھے۔

دور جدید کے مشہور مفکر اور فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دختر کشی کے اس گھناؤنے جرم کے بارے میں لکھتے ہیں: ''دراصل عرب اپنے گھر میں داماد لانے کو شرم و عار کی بات سمجھتے تھے، اسی لئے بیٹی کی پیدائش کا نام سنتے ہی

مارے غصہ کے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا، اور وہ لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا تھا، اس کے سامنے دو ہی راستے ہوتے تھے ، یا تو وہ اس متاع رسوائی کو اپنے پاس رکھے یا اس کو منوں مٹی کے نیچے دفن کردے"۔ (شمع فروزاں، ص ۱۹۵)۔

اگرچہ عرب سماج میں ایسے کچھ افراد ضرور تھے، جن میں شرافت نفس پائی جاتی تھی، وہ بے گناہ نومولود بچیوں کو لے جاکر ان کی پرورش و پرداخت کرتے، ان کی جوانیاں ان ہی کے پاس پروان چڑھتیں، بعد میں ان کے والدین اگر چاہتے، تو انہیں ان کی بچیاں واپس کردی جاتیں، لیکن یہ محض شخصی کوششیں ہوا کرتی تھیں، جو عربوں کے ذہن سے اس شرم وعار کو مٹادینے میں بارآور نہیں ہو پائیں، کہ دامادی رشتہ کسی بھی طرح سے ذلت وحقارت کی چیز نہیں ہے۔

ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ یہی دامادی رشتہ ان کے وجود کا پس منظر ہے، ان کے آباء واجداد کسی کے داماد نہ بنے ہوتے، تو ان کا بھی کوئی نام ونشان نہیں ہوتا۔

خود عورت ذات کے اندر جو اخلاقی، معاشرتی اور فکری گمراہیاں درآئی تھیں، وہ اپنے آپ میں خود انسانیت کو شرمسار کرنے اور معاشرت کی بدترین مثال تھی، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں مجمع عام میں کھلے طور پر بے حجاب نکلا کرتی تھیں، اور اپنے جسم کا مخفی سے مخفی حصہ عوام الناس کو دکھانے میں عار نہ سمجھتی تھیں، ازدواجی زندگی کے متعلق ان کے پاس نہ کوئی قاعدہ موجود تھا، نہ ہی محرم اور غیر محرم عورتوں کی تمیز کے لئے کوئی صاف آئین منضبط تھا۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی حالت زار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جاہلی معاشرے میں عورت کے ساتھ ظلم وبدسلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی، اس کے حقوق پامال کئے جاتے ، اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے، وہ ترکہ اور میراث میں کچھ حصہ نہ پاتی، شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہیں تھی کہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کرسکے، دوسرے سامان اور حیوانات کی طرح وہ بھی وراثت میں منتقل ہوتی رہتی تھی۔۔۔ لڑکیوں سے نفرت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ انھیں زندہ درگور کرنے کا بھی رواج تھا"۔ (اسلام میں عورتوں کے حقوق، ص ۳۸)

ایسے حالات میں جب دین اسلام کا سورج عرب کی سرزمین میں طلوع ہوتا ہے، تو اس نے روز اول ہی سے صنف نازک کو معاشرتی، آئینی، عائلی اور ملی حقوق سے نوازا، عورت کو سماج میں مقام کی بلندی، معاشرہ کی تعمیر میں صلاحیتوں کو بروئے کار لانے، اس کیلئے فعال اور مؤثر کردار ادا کرنے اور عورت کے وجود کی مستقل حیثیت دین اسلام ہی کی دین ہے

یہ اسلام ہی کی برکت ہے کہ اس نے نہ صرف عرب سے اس انتہائی سنگدلانہ رسم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، بلکہ اس تخیل کو بھی مٹادیا کہ بیٹی کی پیدائش کوئی حادثہ اور مصیبت ہے، جسے بادل ناخواستہ برداشت کیا جائے، اسلام کی تعلیم ہے کہ بیٹیوں کی پرورش کرنا، انہیں عمدہ تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنا اور انکو اس قابل بنانا کہ وہ اچھی گھروالی بن سکیں، ایک بہت بڑا نیکی کا کام ہے، آپ ﷺ نے عرب کے اس عام تصور کو جس انداز سے بدلا ہے، اسکا صحیح ادراک آپ ﷺ کے ارشادات سے ہوتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے،" جو شخص ان لڑکیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا

جائے ،اور پھر وہ ان سے نیک سلوک کرے،تو یہ اس کیلئے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی'' (بخاری ج۲،ص ۸۸۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہے،''جس نے دولڑکیوں کی پرورش کی، یہاں تک وہ بالغ ہوگئیں،تو قیامت کے روز میرے ساتھ وہ اس طرح آئے گا، یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو جوڑ کر بتایا''۔(مشکوۃ،ص ۴۲۱)۔

بیوہ اور مطلقہ عورت کے بارے میں آپ ﷺ نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا کہ''میں تمہیں بتادوں کہ سب سے بڑا صدقہ (یا فرمایا بڑے صدقوں میں سے ایک) کیا ہے،انھوں نے عرض کیا،ضرور بتایئے،یا رسول اللہؐ ،فرمایا تیری بیٹی جو (طلاق پاکر یا بیوہ ہوکر) تیری طرف پلٹ آئے،اور تیرے سوا اس کیلئے کوئی کمانے والا نہ ہو''۔(مشکوۃ،ص ۴۲۵)۔

عورت ذات زمانہ جاہلیت میں جس نازک ترین دور سے گزر رہی تھی،اس کا اثر اس گہرائی تک جاگزیں ہو چکا تھا کہ مرد عورتوں کے کسی بھی حق سے انکاری اور نا آشنا تھے،چنانچہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم عہد جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے تھے،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں احکام نازل کیے،اور ان کا حق مقرر کیا۔(بخاری و مسلم،ج ۱،ص ۴۸۱)۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے تھے،لیکن جب اسلام آیا،تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا،لہذا ہم نے محسوس کیا کہ ہم پر عورتوں کے بھی حقوق ہیں۔(بخاری،ج ۲،ص ۸۵۶۹،باب الحریر للنساء)۔

قرآن مجید میں عورتوں کے نام سے ایک مستقل سورت ہے،اس سورت میں بطور خاص عورتوں کے حقوق کا ذکر ہے،اس میں نہ صرف ان کے حق وراثت کا تذکرہ ہے، بلکہ نکاح جیسے ایک مقدس، پاکیزہ اور مضبوط رشتہ کے احکام کا بھی تفصیلی ذکر ہے،ساتھ ہی ساتھ اس میں یتیم لڑکیوں کی حق تلفی کا انسداد،ازواج کے درمیان عدل و مساوات،مہر کی ادائیگی ،یتیموں کے مال میں بے جا اسراف کرنے کی ممانعت ،مسائل رضاعت اور والدین کے حقوق کا بھی ذکر ہے،الغرض اس سورت کو اگر ان کے حقوق کے حوالے سے متن کی حیثیت حاصل ہے،تو احادیث نبویہ اس کی شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔قرآن کریم مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حق میں بھی حیات طیبہ کا ضامن ہے،چنانچہ ارشاد خداوندی ہے،''من عمل صالحا من ذکر أو انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم أجرھم باحسن ما کانوا یعملون''۔

ترجمہ: نیک عمل جو بھی کرے گا،مرد ہو یا عورت،بشرطیکہ صاحب ایمان ہو،تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے،اور ہم انھیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔

اس آیت کریمہ میں جس پاکیزہ زندگی کا تذکرہ ہے،وہ نہ صرف آخرت کی زندگی کو شامل ہے، بلکہ دنیا کی زندگی کو بھی محیط ہے،اس وقت دنیا کے اندر جو دوڑ دھوپ ،جدوجہد اور محنتیں ،راتوں کا جاگنا، کتابوں پر محنت

کرنا، پرائمری سے لیکر یونیورسٹیوں تک پڑھنا پڑھانا اور ڈگریوں سے لیس ہو جانا وغیرہ کوششیں کی جارہی ہیں، ان سب کا مشترک مقصد یہ ہے کہ انسان کو ایک اچھی زندگی حاصل ہو، مگر قرآن کریم نے ایک جامع کلمہ ارشاد فرما کر انسان کو پاکیزہ زندگی کا وعدہ فرمایا ہے، جس میں مرد وعورت دونوں کے دونوں برابر کے حقدار ہیں۔

آپ ﷺ نے دنیا والوں کو عورتوں کے حوالے سے واضح ہدایات اور تعلیمات سے نوازا، آپ ﷺ خود بھی قرآن کریم کی آیت ''وعاشروھنّ بالمعروف '' کا مصداق کامل تھے، آپؐ نے اس آیت کی تشریح اپنے اقوال اور افعال سے فرمائی، آپؐ کا ارشاد ہے، ''خیر کم خیر کم لأھله وانا خیر لأھله ''.(ابن ماجه، کتاب النکاح ،ص ۱۴۲). ترجمہ: تم میں سے سب سے بہترین وہ لوگ ہیں، جو اپنی خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔

قرآن کریم نے ان کے حقوق کے حوالے سے اعلانا کہا، ''ولھنّ مثل الّذی علیھنّ بالمعروف '' عورتوں کا بھی مرد پر حق ہے جیسا کہ دستور کے مطابق مردوں کا عورتوں پر حق ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حقوق کے اعتبار سے مرد وعورت دونوں کا درجہ برابر سرابر ہے، اگر عورتوں پر مردوں کے حقوق لازم ہیں، تو مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق واجب ہیں، اگر مرد حضرات کی خواہش ہے کہ عورتیں ان کے حقوق ادا کریں، تو ان کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ ان کے حقوق کا پاس کریں۔ دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں نوع انسانی کے اعتبار سے مرد کو اگر معاملات کے باب میں خرید وفروخت، رہن وہبہ، اجرت وشفعہ، جدل وصلح، وراثت ونکاح وغیرہ حقوق حاصل ہیں، تو عورت کو بھی اسی نوع میں سے ایک نوع ہونے کی حیثیت سے وہی حقوق حاصل ہیں، مرد کو اگر طلاق کا اختیار دیا گیا ہے، تو صنف نازک کو بھی خیار بلوغ، خیار فسخ وغیرہ کے اختیارات دیکر اس کے حقوق کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔

گویا مالی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی حقوق جیسے مردوں کو دیئے گئے ہیں، عورتوں کو بھی دیئے گئے ہیں، البتہ دونوں کے جسمانی ساخت کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں طرف سے حقوق میں کمی بیشی کے تفاوت کا پایا جانا فطرت کے عین مطابق ہے، گھر سے باہر کی دوڑ دھوپ اور ضروریات زندگی کی فراہمی اگر مرد کا دائرہ کار ہے، تو عورت کا دائرہ کار گھر کی چار دیواری میں رہ کر گھریلو ذمہ داریوں میں بھرپور دلچسپی لینے، اپنی انتظامی صلاحیت، حکمت اور سلیقہ سے گھر کو جنت نشاں بنا کر اپنی عافیت کو سنوارنے کو بتایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے، ''وقرن فی بیوتکنّ'' اور اپنے گھروں میں چین سے بیٹھی رہو۔

حضرت مولانا محمد یوسف اصلاحی صاحب رقمطراز ہیں کہ ''عورت کی فطری اور طبعی ذمہ داری گھر کی دیکھ بھال اور انتظام ہے، اور مختلف حیثیتوں سے اس کی تمام تر سرگرمیاں گھر ہی کیلئے وقف ہیں، شادی سے پہلے وہ ایک لڑکی ہے، جس کی

ساری دوڑ دھوپ اپنے اس مستقبل کی تیاری کیلئے ہے، جب وہ کسی گھر کی رونق بنے گی، اور ایک نئے خاندان کی بنیاد ڈالے گی، اور اس طرح وہ ان گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے گی، جو اس کی فطری اور حقیقی ذمہ داری ہے"۔ (اسلامی معاشرہ ص ۱۸۳)

عورت کی فطرت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اس کا میدان کار گھر کی چار دیواری رہے، اسلام نے اس کو گھر کی ذمہ داری سونپی ہے، گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت اور نگرانی ہی اس کا وظیفہ عمل ہے، جب کہ روزی کی دوڑ دھوپ، ملک کی حفاظت، حکمرانی اور دوسری ذمہ داریاں مرد سے متعلق ہیں، چوں کہ عورت کی بہ نسبت مرد پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس لئے اس کے مقابلے میں مرد کو یک گونہ فضیلت حاصل ہے، جس کی ایک وجہ یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ مرد کھانے، کپڑے اور دوسری ضروریات زندگی فراہم کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے، **"الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم"** (النساء ۳۴)۔

ترجمہ: مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں مرد کے تعلق سے دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، اول یہ کہ مرد قوام ہیں، دوئم یہ کہ مرد کو عورت پر فضیلت عطا کی گئی ہے۔ علماء کرام کی تشریح کے مطابق قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں، جو کچھ افراد کی دیکھ بھال پر مقرر ہو، یا کسی ادارے کے نظم کو ٹھیک ٹھاک چلانے اور اس کی حفاظت اور نگرانی کا ذمہ دار ہو۔

چوں کہ خاندان بھی ایک ادارہ ہے، جس میں کئی افراد ایک ساتھ، شوہر، بیوی اور مذکر و مؤنث اولاد کی شکل میں زندگی بسر کرتے ہیں، اس خاندان کے نظام کو بحسن خوبی چلانے کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، وہی اس کا محافظ اور نگہباں ہوتا ہے، گھر کی تمام ضروریات زندگی بہم پہنچانا اس کا اول ترین فرض ہے، تاکہ گھر کا یہ ادارہ پورے سکون واطمینان کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔

علامہ ابن کثیرؒ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں کہ "مرد عورت کا حاکم، رئیس اور سردار ہے، اسے درست اور ٹھیک ٹھاک رکھنے والا ہے، اس لئے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبوت مردوں میں رہی، اور اسی طرح شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد ہی بن سکتا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کبھی نجات نہیں پا سکتے، جو اپنے والی عورت کو بنائیں"۔ (پارہ ۵، ص ۲۱، سورہ نساء)۔

قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں مرد کو اگرچہ عورت پر حاکیت اور آمریت حاصل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے محض آمریت اور استبداد کی حکومت حاصل ہے، بلکہ یہ حاکم بھی قانون شرع اور مشورہ کا پابند ہے، اس کو اپنی رفیق حیات کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہے، **"وعاشروهن بالمعروف"** یعنی عورتوں کے ساتھ معروف طریقہ پر اچھا سلوک کرو۔

قرآن کریم اور تعلیمات نبوی میں اس بات کو واضح اور صاف اسلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا، ان کے ساتھ احسان کی روش اختیار کرنا، ان کو اچھی تعلیم اور اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا، ان کے حقوق کی حفاظت کرنا، اور اگر کئی بیویاں ہیں، تو ان میں برابری کا سلوک کرنا، مرد کی نہ صرف اخلاقی ذمہ داری ہیں بلکہ دینی تعلیمات کا بھی تقاضا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے حوالے سے مرد حضرات کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا، ''لوگو سنو، عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ، کیوں کہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں، تمہیں ان کے ساتھ سختی کرنے کا کوئی حق نہیں، سوائے اس صورت کے کہ جب ان کی طرف سے کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے، اگر وہ ایسا کر بیٹھیں، تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو، اور انھیں مارو بھی لیکن ایسی مار ہو کہ کوئی شدید چوٹ نہ آئے، پھر اگر وہ تمہارا کہنا کرنے لگیں، تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کی راہیں نہ ڈھونڈو، سنو، تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں، اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں، ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں، جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے نہ دیں، جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو، اور سنو، ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انھیں اچھا کھلاؤ، اچھا پہناؤ''۔ (ترمذی، ص۱۳۹، ج۱، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ کوئی صاحب ایمان مرد اپنی مؤمنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہے، تو ہو سکتا ہے کہ دوسری خصلت اسے پسند آجائے (مسلم، ص۴۷۵، ج۱، باب الوصیۃ بالنساء)
ویسے کون سا مرد ایسا ہوگا، جس کی یہ خواہش نہ ہو کہ اس کی شریک حیات اپنی شکل وصورت، سلیقہ و ہنر، اخلاق واطوار، سیرت و کردار میں بے عیب نہ ہو، لیکن یہ ناممکن ہے کہ ہر شخص کو ایسی بیوی مل جائے، جو ہر عیب سے پاک ہو، اور اس کی ذہنی تصویر کے بالکل مطابق ہو، ممکن ہے کہ ایک عورت اپنی شکل وصورت میں ممتاز نہ ہو، لیکن اپنے ہنر اور سلیقہ میں بے نظیر ہو، یا وہ حسن و جمال کی حسین پیکر ہو، لیکن سیرت و کردار اور اخلاقی لحاظ سے کوئی مقام نہ رکھتی ہو، اس لئے یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیئے کہ جس طرح سارے مرد ہر پہلو سے بے عیب نہیں ہوتے، ایسے ہی عورتیں بھی ہر لحاظ سے بے عیب نہیں ہوتیں۔

ایسی صورت حال میں جناب رسول اکرم ﷺ نے ہر صاحب ایمان مرد کو ایمان افروز ہدایات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی بیوی کے ساتھ بہر طور اچھے برتاؤ کی زندگی گزارے، کسی ایک یا چند برائیوں کی وجہ سے اس کی طرف سے دل برا نہ کرے، اگر اس میں کچھ عیب ہوں، تو ان کی وجہ سے اس کو حقیر نہ سمجھے، اس سے نفرت نہ کرے، بلکہ اس کو دلسوزی اور محبت کے ساتھ سمجھائے، حکمت کے ساتھ تربیت کرے، نرمی سے پیش آئے، خوشگوار

زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عیوب سے صرف نظر کرے، اور اس کی بھلائیوں پر نگاہ رکھے۔

دختر کشی کی وہ قدیم رسم اگر چہ ختم ہو چکی ہے، لیکن ہمارے آج کے جدید دور میں، جو علم و تحقیق اور اکتشاف سے تعبیر ہے، اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب سائنٹفک طریقہ پر برابر ہو رہا ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں کہ جدید دور میں سائنسی ترقی نے بہت سے ایسے آلات اور مشینوں کو وجود بخشا ہے، جن کے ذریعہ سے ایسی چیزوں کا پتہ لگایا جاتا ہے، جو نصف صدی قبل ممکن نہ تھا، ان ہی میں سے ایک "سونو گرافی مشین" ہے، جس کے ذریعہ سے جنین (پیٹ میں موجود بچہ) کی جنس معلوم کی جاتی ہے، چنانچہ چند سو روپے خرچ کر کے Sex Dermination Test کرایا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے کہ لڑکی۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رقمطراز ہیں کہ "ایک معمولی اندازے کے مطابق اس ٹسٹ پر مبنی اطلاعات کی روشنی میں روزانہ پانچ یا چھ سو لڑکیاں اس عالم رنگ و بو میں آنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دی جاتی ہیں، یہ قتل دشمنوں اور غیر سماجی عناصر یا غنڈوں کے ذریعہ نہیں ہوتا، بلکہ شفیق باپ اور ممتا سے معمور ماں کے ہاتھوں ہوتا ہے"۔ (شمع فروزاں، ص۱۹۷)۔

لیکن یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ دختر کشی کی اس جدید جاہلیت کا مجرم محض والدین کو نہیں گردانا جاسکتا، یہ قطعی طور پر ناانصافی ہوگی، کیوں کہ اس جدید جاہلیت کا پورا سماج اجتماعی طور پر مجرم ہے، سماج میں ان عناصر کی کمی نہیں، جنہوں نے نکاح کے مقدس اور پاکیزہ رشتہ کی، بازاروں میں فروخت ہونے والے سامانوں کی طرح قیمت لگا رکھی ہے، سماج کے ان دشمن عناصر کو حرص و طمع نے سیم و زر کا ایسا دلدادہ بنا دیا ہے کہ انہیں نکاح جیسے مقدس رشتہ میں ملنے والا جہیز ہی سب کچھ نظر آنے لگا ہے۔

ان سماج دشمن عناصر کی وجہ سے نہ معلوم کتنی بالغ لڑکیاں بن بیاہی کے اپنے والدین کے لئے باعث کلفت بنی ہوئی ہیں، جن کی شادی کے لئے نہ ان کے پاس اتنا زر ہے کہ وہ ان کی شادی کی تقریب انجام دے سکیں، اور نہ ہی ان کے پاس اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دینے کے لئے وہ ساز و سامان ہیں، جس کو ان سماج دشمن عناصر نے اپنی کرتوتوں کے سبب ان کے لئے باعث وبال جان بنا دیا ہے۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ معاشرے کے دردمند اور حساس حضرات آگے آئیں، اور معاشرے میں اس حوالے سے پنپ رہی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا عزم کریں، تا کہ کل قیامت کے دن اللہ کے حضور میں دامن گھسیٹ کر پکڑے جانے کی شرمندگی سے بچا جائے۔

جناب محمد نوید شاہین
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

منصور اعجاز..........اسلام اور پاکستان دشمن شخص

یوں تو ہر قادیانی اپنی خباثت کے اعتبار سے پورے باون گز کا ہوتا ہے لیکن قادیانی نواز سوا باون گز کا ہوتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام اور پاکستان کو اتنا نقصان شائد قادیانیوں نے نہیں پہنچایا جتنا کلیدی عہدوں پر براجمان قادیانی نواز ٹولے نے پہنچایا ہے۔ بدنام زمانہ جسٹس منیر سے لے کر حسین حقانی تک سب قادیانی عیش وطرب کے اسیر رہے اور اس کے عوض ان کے مفادات کا بھرپور تحفظ کرتے رہے۔ حال ہی میں میمو سکینڈل کیس نے پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کردیا ہے۔ اس صورتحال کا ذمہ دار منصور اعجاز ہے جو قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ 1961ء میں امریکی ریاست فلوریڈا میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام ڈاکٹر مجدد احمد اعجاز تھا جس کا تعلق قادیانی جماعت سے تھا۔ وہ مشہور سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا کزن تھا۔ اس کا دادا اسماعیل اعجاز اور نانا نذیر حسین قادیانی جماعت کے بانی آنجہانی مرزا قادیانی کے ابتدائی 313 ساتھیوں میں شامل تھے۔ منصور اعجاز کا والد ایٹمی سائنسدان کی حیثیت سے پاکستان کے جوہری توانائی کمیشن میں خدمات سرانجام دے رہا تھا لیکن 1974ء میں جب قادیانیوں کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو وہ امریکہ فرار ہوگیا۔ بعض اطلاعات کے مطابق وہ ایٹمی پروگرام کی اہم دستاویزات بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا اور وہاں سیاسی پناہ حاصل کرلی۔ چونکہ مجدد اعجاز پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں رہا اور اس کی ایٹمی سائنسدانوں سے دوستیاں تھیں۔ لہٰذا اس نے کلنٹن انتظامیہ کو یہ پیشکش بھی کی کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرانے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ منصور اعجاز کا والد امریکہ کی مشہور ورجینیا ٹیک یونیورسٹی کا پروفیسر تھا جس نے امریکہ کے ایٹمی ہتھیاروں کے ڈیزائن کی تیاری میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ 1992ء میں کثرت شراب نوشی کی وجہ سے پھیپھڑوں اور دماغ کے کینسر سے 55 سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوگیا تھا۔ منصور اعجاز کی والدہ شہزادی لیلیٰ اعجاز بھی فزکس میں پی ایچ ڈی اور پروفیسر تھی۔ نیویارک میں مقیم منصور اعجاز ایک ارب پتی امریکی بزنس مین ہے۔ اس نے 3 شادیاں کیں۔ آج کل وہ اپنی اسرائیلی نژاد بیوی کے ساتھ مناکو میں رہائش پذیر ہے۔ منصور اعجاز پچھلی دو دہائیوں سے امریکی سی آئی اے کے لیے ایجنٹ کے طور پر کام کررہا ہے۔ سی آئی اے کا سابق ڈائریکٹر جیمز وولسی اس کا انتہائی قریبی رفیق کار ہے۔ منصور اعجاز بہت

سالوں سے دنیا کے اہم چینلوں مثلاً سی این این، فاکس اور بی بی سی کے علاوہ کئی دوسرے یورپین ممالک کے پروگراموں میں تجزیہ کار کی حیثیت سے شریک ہورہا ہے۔اس کے علاوہ اس کے کالم اور مضامین باقاعدگی سے فنانشل ٹائمز، وال سٹریٹ جرنل، کرسچین سائنس مانیٹر، نیوز ویک اور انٹرنیشنل ہیرلڈ ٹربیون وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔وہ ٹائمز آف انڈیا میں بھی کئی سال سے لکھ رہا ہے۔اپنے ٹی وی تبصروں اور اخباری مضامین میں اس کا خاص نشانہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اور آئی ایس آئی ہے جن کے خلاف وہ پچھلے 15 سال سے لکھ رہا ہے۔منصور اعجاز کے مبینہ طور پر یہودی میڈیا سے انتہائی قریبی تعلقات ہیں اور فاکس نیوز پر اس کے 100 سے زائد پروگرام نشر ہوچکے ہیں۔سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے عراق پر حملے کے لیے تباہ کن ہتھیاروں کا جواز ڈھونڈا تو منصور اعجاز اس پراپیگنڈے میں پیش پیش تھا۔فروری 2007ء میں بھارتی صحافی رام نندہ سین گپتا کو انٹرویو دیتے ہوئے منصور اعجاز نے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ اسی صورت میں حل ہوسکتا ہے اگر پاکستان کا ایٹمی پروگرام ختم اور آئی ایس آئی پر کڑی نظر رکھی جائے۔7 جنوری 2004ء کو منصور اعجاز نے واشنگٹن پوسٹ میں اپنے مضمون میں لکھا کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اس کینسر کی طرح ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔منصور اعجاز نے 10 اکتوبر 2011ء کو فنانشل ٹائمز میں ایک آرٹیکل لکھا جس میں آئی ایس آئی کے خلاف خوب ہرزہ سرائی کی گئی۔منصور اعجاز کا کہنا تھا کہ اس نے یہ آرٹیکل پاکستانی میڈیا کے ایڈمرل مائیک مولن کے خلاف سٹینڈ لینے پر ایک محب وطن امریکی شہری کے طور پر لکھا جو اپنی فوج کے سربراہ کی پاکستانی میڈیا کے ہاتھوں بے عزتی برداشت نہ کرسکا۔اگلے مہینے نومبر میں منصور اعجاز نے میڈیا میں ایک میمو جاری کیا جو بقول اس کے اسے واشنگٹن میں پاکستانی سفیر حسین حقانی نے لکھوایا تھا۔اس میموگیٹ سکینڈل نے پاکستانی سیاست میں بھونچال پیدا کردیا اور اس کے نتیجہ میں ساڑھے تین سال سے واشنگٹن میں پاکستانی سفیر کے عہدے پر فائز حسین حقانی کو اسلام آباد واپس آکر استعفیٰ دینا پڑا۔منصور اعجاز سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے بھی بہت قریب سمجھا جاتا تھا۔1995ء میں اس نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو خط لکھ کر اطلاع دی کہ جنرل علی قلی خان، یوسف ہارون کے ساتھ مل کر ان کی حکومت گرانے کی سازش کررہے ہیں۔معتبر ذرائع کے مطابق اکتوبر 1995ء میں منصور اعجاز نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی اور امریکی سینیٹ میں براؤن ترمیم کی منظوری کے لیے ایک کروڑ 55 لاکھ ڈالر کی خطیر رقم لابنگ کی لیے مانگی اور مطالبہ کیا کہ یہ رقم اس کی ملکیت ڈیفنس ڈویلپمنٹ انٹرنیشنل نامی لابنگ فرم کو بطور فیس ادا کردی جائے۔بے نظیر بھٹو نے اتنی خطیر رقم دینے سے انکار کردیا۔جس پر منصور اعجاز نے بے نظیر بھٹو سے کہا کہ اگر حکومت کے پاس اتنی رقم نہیں ہے تو حکومت پاکستان براؤن ترمیم کی منظوری کے لیے امریکی سینیٹروں کو راضی کرنے کے لیے ان کے تین مطالبات منظور کرلے۔(1) اسرائیل کو تسلیم کیا جائے۔(2) 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی ترمیم ختم کی جائے۔(3)

قانون توہین رسالت ختم کیا جائے۔ بے نظیر بھٹو نے ان مطالبات پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے ملاقات ختم کر دی۔ واشنگٹن کے پاکستانی سفارت خانے کے مطابق منصور اعجاز نے ایف سولہ طیاروں کے لیے کانگریس میں لابنگ کے لیے 15 ملین ڈالر مانگے اور یہ پیشکش بھی بے نظیر بھٹو کو کی کہ اگر مذکورہ بالا مطالبات تسلیم کر لیے جائیں تو پاکستان کو ایف سولہ طیارے بطور تحفہ مل سکتے ہیں۔ صدر پرویز مشرف کے دور میں منصور اعجاز کو مشیر سرمایہ کاری بنانے کی کوشش ہوئی تاہم حساس ادارے آڑے آ گئے اور وہ حکومتی مشیر نہ بن سکا۔ ذرائع کے مطابق مشرف دور میں ہی منصور اعجاز کی والدہ لبنیٰ اعجاز کو مشیر سائنس وٹیکنالوجی مقرر کرنے کی تجویز کافی آگے بڑھ گئی لیکن ایک مرتبہ پھر پاکستان کے حساس ادارے رکاوٹ بن گئے۔ اگر لبنیٰ اعجاز مشرف دور میں مشیر بن جاتی تو NIST اور CIT جیسے ادارے بھی اس کی تحویل میں دیے جانے کی تجویز تھی جس سے ان اداروں میں اخلاقی بے راہ روی پھیل جانے کا شدید خدشہ تھا۔ کہتے ہیں اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ انٹرنیٹ پر mansoorijazjuniorjackstupidisco کے نام سے ایک ویڈیو موجود ہے جس میں 2004ء میں نیویارک امریکہ میں ایک ریسلنگ مقابلہ میں دو ننگی عورتوں کو کشتی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ منصور اعجاز بڑے جذباتی انداز میں اس مقابلہ کی براہ راست کمنٹری کر رہا ہے۔ گذشتہ دنوں تمام ٹی وی چینلو نے بھی اس ویڈیو کو بریکنگ نیوز کے طور پر نشر کیا۔ ہمارے وہ دوست جو قادیانی اخلاق اور شرافت کے سحر میں مبتلا ہیں، یہ ویڈیو ان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

یہ بات ایک تلخ حقیقت ہے کہ امریکہ میں پاکستانی سفیر کی تعیناتی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنے ملحد، اسلامی تعلیمات سے متنفر ہونے کا برملا اعلان اور مخلوط پروگراموں میں ناؤ نوش نہ کرے۔ محمد علی بوگرہ، عزیز احمد، ملیحہ لودھی، بیگم عابدہ حسین، حسین حقانی اور شیری رحمان اس کی بین دلیل ہیں۔ بیگم عابدہ حسین نے اپریل 1993ء میں توہین رسالت کے مرتکب ڈاکٹر اختر حمید خان کے خلاف عدالتی کارروائی ختم کرنے کے لیے حکومت پاکستان پر بھرپور دباؤ ڈالا اور کہا کہ اسے ملزم اختر حمید کے خلاف مقدمہ درج کیے جانے پر سخت ذہنی اذیت پہنچی ہے۔ یاد رہے یہ وہی اختر حمید خان تھے جنہوں نے اپنی متنازعہ کتاب ''شیر اور احمق'' میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں بدترین توہین کی تھی۔ جہاں تک شیری رحمان کا تعلق ہے، یہ وہی بدنام زمانہ خاتون ہے جس نے 2010ء میں اسلام دشمن طاقتوں کے ایما پر قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کے لیے قومی اسمبلی میں بل پیش کیا تھا۔ جہاں تک حسین حقانی کا تعلق ہے، ان کے دوست انہیں لڈو کا سانپ کہتے ہیں۔ ان سے دشمنی خطرناک اور دوستی اس سے زیادہ بھیانک۔ انہوں نے شروع میں بنیاد پرستی کا لبادہ اوڑھا۔ پھر دنیاوی مفادات اور حرص وہوس کے ڈینگی بخار میں اس قدر مبتلا ہوئے کہ اب تک نہ سنبھل سکے۔ حسین حقانی کی کتاب ''Pakistan Between Mosque and Military'' اردو میں

یہ کتاب ''فوج اور ملاؤں کے درمیان'' کے نام سے چھپی جس کا ترجمہ شفیق الرحمٰن میاں نے کیا، اس کتاب پر ایک اسرائیلی آرگنائزیشن ''Smith Richardson Foundation'' نے حسین حقانی کو ایک لاکھ ڈالر انعام دیا، اس کتاب کے حوالے سے روزنامہ ''جنگ'' لاہور نے ''حسین حقانی کی کتاب کے مندرجات ''میمو سے مماثل ہیں'' کے عنوان سے شائع کیا ہے جس میں درج ہے کہ ''حسین حقانی نے منصور اعجاز کو مبینہ طور پر جو میمو ڈکٹیٹ کرایا، اس میں اُن کی کتاب ''مسجد اور ملٹری کے درمیان پاکستان'' کا عکس جھلکتا ہے اور امریکہ میں سابق سفیر میمو گیٹ کے تنازعے میں پھنسنے کے باوجود اس کتاب کے مندرجات کو فخریہ انداز میں قبول کرتے ہیں، حسین حقانی پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر تنقید کرتے رہے ہیں بلکہ انہوں نے قیام پاکستان کو بھی جلد بازی میں رونما ہونے والا ایک واقعہ قرار دیا ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر قوم کو غور کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ مزید برآں حقانی اپنے ایک آرٹیکل میں قادیانیوں کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ قرار دیتے ہیں اور جب انہوں نے یہودیوں کی وکالت کی تو امریکہ میں تمام مسلمان برادری ان کے خلاف ہوگئی تھی اور اس سے حقانی کے مشن کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں ابہام پیدا ہوا تھا۔''

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور 6 دسمبر 2011ء صفحہ نمبر 1)

قارئین کو یاد ہوگا کہ یہ وہی حسین حقانی ہیں کہ جب نومبر 2010ء میں ایک گستاخ رسول عیسائی خاتون آسیہ کو سیشن جج ننکانہ صاحب نے جرم ثابت ہونے پر سزائے موت سنائی تو قانون توہین رسالت ختم کرنے کے لیے مغربی ممالک نے حکومت پاکستان پر زبردست دباؤ ڈالا۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ قانون توہین رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ پوپ کے بیان کے بعد حسین حقانی نے صدر پاکستان آصف علی زرداری کو قانون توہین رسالت ختم کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ان کے اس اقدام سے امریکہ پاکستان کے تمام قرضے معاف کردے گا۔ آصف علی زرداری ایسا گھاگ سیاستدان سمجھتا تھا کہ اس قانون کو ختم کرنے کے کیا بھیانک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں؟ تاہم انہوں نے سابق وزیر قانون بابر اعوان سے مشاورت کے بعد اس تجویز کو مسترد کردیا۔ حسین حقانی کرائے کے صحافی کے طور پر بھی مشہور ہیں۔ انہوں نے تہمینہ درانی سے بھاری معاوضے کے عوض اس کے خاوند مصطفیٰ کھر کے خلاف معروف کتاب ''مینڈ اسائیں'' لکھی جس میں مصطفیٰ کھر اور پیپلز پارٹی کے کئی رہنماؤں کی کردار کشی کی۔ آج کل انٹرنیٹ فیس بک پر حسین حقانی کی بیگم فرح ناز اصفہانی کی نیم عریاں تصاویر بڑی تعداد میں گردش کررہی ہیں۔ یاد رہے کہ فرح ناز اصفہانی ماضی میں غنویٰ بھٹو کی طرح کلب ڈانسر تھیں جن کے قصے یورپی میڈیا میں شائع ہوچکے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پاکستان کے خلاف سازشیں کرنے والے بہت سارے پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں۔

بڑا مزا ہو تمام چہرے اگر کوئی بے نقاب کردے

مولانا فرید احمد نعمانی

معاشرہ پر مغربی تہذیب وثقافت کے زہریلے اثرات

ہم بحیثیت قوم اس وقت جن جن مسائل ومصائب کا شکار ہیں، وہ کسی پاکستانی پر پوشیدہ نہیں۔ان حالات میں ہر زبان پر ایک ہی سوال نظر آتا ہے کہ کیا یہ مشکلات وآفات ہم سے دور ہوسکتی ہیں؟ کیا ہمیں چین وسکون کی زندگی دوبارہ میسر ہوسکتی ہے؟ کیا ہمیں ایسا معاشرہ اور ماحول نصیب ہوسکتا ہے جہاں ظلم ، بے ایمانی اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم نہ ہو؟ کیا ہمارا ملک غیروں کی بھڑکائی ہوئی آگ میں جلنے سے بچ سکتا ہے؟ یہ اور ان جیسے لاتعداد سوالات کا جواب یقیناً اثبات میں حاصل ہوسکتا ہے۔مگر اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے کردار واطوار کا جائزہ لیں۔ہم تھوڑی دیر کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر اس نکتے پر غور کریں کہ جس دین کے ہم نام لیوا ہیں، کیا ہم اپنی ذات کی حد تک اس پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہیں؟ ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی لاتعداد خامیاں اور برائیاں ایسی ہیں ،جن کو ہم روز وشب دیکھتے اور سنتے ہیں۔لیکن ان کو دیکھ کر ہماری پیشانیوں پر فکرمندی کی کوئی لکیر نمایاں نہیں ہوتی۔آج ہمارے گھرانوں، خاندانوں اور محلوں میں بہت سی ایسی رسومات وخرافات داخل ہوچکی ہیں، جو صریحاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔لیکن ہم صرف سماج میں اپنی حیثیت برقرار رکھنے اور اپنی اولاد کو زیادہ سے زیادہ روشن خیال ثابت کرنے کے لیے،ان پر کوئی بات کہنے، سننے اور ماننے کے روادار نہیں۔ہمیں اس بات کی تو فکر ہے کہ ہمارا بچہ یا بچی کسی کے سامنے بات کرے تو پورے اعتماد کے ساتھ کرے۔وہ معاشرے کے ساتھ چلنے اور اسے سمجھنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہو۔لیکن اس اعتماد کو حاصل کرنے کے لیے اگر ہماری اولاد ان خرافات کو اپنانے لگے جنہیں قرآن وسنت میں کھلی بے حیائی اور فحاشی بتلایا گیا ہے،تو ہم یہ کہہ کر معاملے کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ ''کیا کریں جی! سوسائٹی میں رہنا بھی تو ہے۔'' کتنے افسوس کی بات ہے کہ ویلنٹائن ڈے ،نیو ائیر نائٹ ، بسنت ، ہولی اور دیوالی جیسے غیر اسلامی تہواروں کو ہمارے معاشرے میں، ترقی اور روشن خیالی کی پہچان سمجھا جارہا ہے۔مادر پدر آزاد میڈیا نوجوانوں کی ذہنی وفکری تطہیر کے تمام تر طریقے استعمال کرکے انہیں گمراہ کررہا ہے۔اور ہم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔

غیروں کی نقالی اور اسلامی احکامات کی کھلی پامالی کیا رنگ دکھارہی ہے؟ اس کے لیے اس خبر کا حوالہ دینا ہی کافی ہوگا جو ویلنٹائن ڈے کے اگلے دن ہی منظر عام پر آئی ہے۔رپورٹ کے مطابق کراچی کے علاقے اختر کالونی میں

کچرا کنڈی سے ایسے پانچ نازائیدہ بچوں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں، جن کی موت اسقاط حمل کے نتیجے میں واقع ہوئی۔ان لاشوں کو کوے اور گدھ نوچ رہے تھے۔ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ پانچوں لاشیں اسقاط حمل کا نتیجہ ہیں اور یہ بچے تین سے سات ماہ کا حمل ہیں، تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لاشیں کتنی پرانی ہیں۔پولیس کے مطابق جس علاقے سے یہ لاشیں برآمد ہوئی ہیں، وہاں چھوٹے بڑے درجن سے زاید قانونی اور غیر قانونی اسپتالوں کی بھرمار کی وجہ سے اسقاط حمل کے کیس سامنے آتے رہتے ہیں۔

خیال رہے کہ یہ وقوعہ عین ویلن ٹائن ڈے کے تہوار پر پیش آیا ہے جب ٹی وی چینل، ایف ایم ریڈیو اور فحاشی عریانی کے علمبردار اخبارات، بڑھ چڑھ کر اس دن کو اُجاگر کررہے تھے اور قوم کی نسل نو کو مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کا زہر پلا رہے تھے۔

ایدھی فاؤنڈیشن کے لرزہ خیز اعداد وشمار کے مطابق 2011ء میں لگ بھگ 1100 نومولود بچوں کو قتل کیا گیا۔اس عرصے میں خاموشی سے دفن کیے جانے والے بچوں کی تعداد الگ ہے۔ 2010ء کے دوران یہ تعداد 1000 سے زائد رہی۔ جب کہ 2009ء میں 999 اور 2008ء میں 890 کے قریب بچوں کو یا تو قتل کردیا گیا یا انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینک دیا گیا۔واضح رہے کہ پاکستان ایک مسلم اکثریتی ملک ہے، جہاں اسلامی قوانین کے تحت بدکاری کے جرم میں قید کی سزا کے علاوہ کوڑوں کی سزا بھی ہوسکتی ہے۔پاکستان میں اسقاط حمل قانونی طور پر منع ہے۔قانون کے مطابق دوران حمل بچہ ضائع کرنے پر 7 سال اور خفیہ طور پر تدفین کے جرم میں 2 سال تک قید کی سزا ہوسکتی ہے۔جب کہ قتل کے جرم میں عمر قید بھی سنائی جاسکتی ہے۔

بدقسمتی سے ملک میں موجود طاغوتی قوتوں کا پروردہ میڈیا اظہار محبت کے نام پر مغربی تہذیب کو مثالی بنا کر پیش کررہا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ آج مسلمان کہلانے والے ہماری نوجوان نسل دن بہ دن بے حیائی اور فحاشی کے گڑھے میں گرتی جارہی ہے۔قوم کی بیٹیوں کو عزتوں سے سرعام کھلواڑ کیا جارہا ہے۔ایک اور اطلاع کے مطابق ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے شہر کے مختلف پوش علاقوں میں غیر اخلاقی پروگرام منعقد کیے گئے۔جہاں نہ صرف شراب کھلے عام پیش کی جاتی رہی بلکہ رقص وسرور کی مخلوط محفلیں بھی سجائی گئیں۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اگر ایک طرف شیطانی قوتیں اپنے تمام ہتھکنڈے بروئے کار لارہی ہیں تو دوسری طرف قوم کے حساس نوجوانوں میں بھی، یورپ سے درآمد شدہ ثقافت وکلچر کے خلاف شعور بیدار ہورہا ہے۔یقیناً یہ احساس وفکر قندیل ہدایت ہے۔اس حوالے سے ایک خبر یہ سامنے آئی ہے کہ ایبٹ آباد سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے ویلنٹائن ڈے کو فحاشی قرار دیتے ہوئے اس موقع پر صلوٰۃ توبہ ادا کرنے کا اعلان کیا۔ان

نوجوانوں کا کہنا تھا کہ ''مسلمان ممالک میں محبت کے نام پر اس دن کو پرموٹ کیا جاتا ہے تاکہ نوجوان نسل میں بے حیائی، غیر محرم کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر جنسی بے راہ روی پھیلے۔ تاہم ہم ویلنٹائن ڈے سمیت کسی بھی غیر اسلامی دن کو نہیں منائیں گے اور 14 فروری کو اللہ تعالیٰ کے حضور نماز توبہ ادا کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں گے۔ تاکہ دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے کامیابی کے راستے کھل سکیں۔''

پاکستان اکانومی واچ کے صدر ڈاکٹر مرتضیٰ مغل نے بھی اپنے مثبت تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسلمانوں کو ثقافتی آلودگی سے بھرپور ویلنٹائن ڈے منانا زیب نہیں دیتا۔ بت پرستوں کا فسق و فجور سے بھرپور تہوار اسلامی عقائد کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ویلنٹائن ڈے خاندانی نظام کو تباہ، نوجوانوں کے ذہن کو آلودہ کرنے کی مغربی سازش ہے۔ حکومت اس ثقافتی آلودگی پر پابندی لگائے۔ یہود، ہنود اور عیسائی ہمارے تہوار نہیں مناتے مگر ہم خوش دلی سے ایسا کرتے ہیں جو ذہنی، اخلاقی اور معاشرتی تنزلی کا ثبوت ہے۔ اسلام کے نام پر بننے والا ملک مشرکانہ رسوم کا گڑھ بن گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اشرافیہ اسلامی حدود و قیود کو فخریہ پامال کر رہی ہے۔ جب کہ عوام بلاسوچے سمجھے ان کی پیروی میں مصروف ہیں۔ یوم محبت منانا بے حیائی اور منفی رجحانات کے فروغ کا سبب بن رہا ہے۔ اخلاق و اقدار سے عاری عیسائی تہذیب کی اندھی تقلید ہمیں تباہ کر رہی ہے۔ تنگ و تاریک محفلوں اور جھومتے گاتے ہوئے زندگی گزارنا مسلمانوں کا وتیرہ نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم کے اندر پھیلتے اس فکری ارتداد کے آگے فوری بند باندھا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی ہمارے سروں سے گزر جائے اور ہم سر پکڑے بیٹھے رہ جائیں۔ معاشرے میں پائی جانے والی اس برائی کے خلاف بھرپور آواز بلند کی جائے۔ ہم میں سے ہر فرد اپنی اولاد و نسل کی تعلیم و تربیت کا فریضہ اس طور پر سرانجام دے کہ ان کے دل و دماغ میں اسلامی شعائر اور خداوندی احکام کی عظمت جاگزیں ہو۔ ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے دلوں میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کا شوق و جذبہ ہو۔ اگر ہم نے پورے عزم کے ساتھ اپنی نئی نسل کی تعلیم و تربیت کا ایسا نظام قائم کرلیا تو بلاشبہ ہم اپنے تمام مسائل کا حل پاسکتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں
editor_alhaq@yahoo.com

ہندوستان سے: ادارہ

افکار و تاثرات

بھٹکل جامعہ اسلامیہ کا پچاس سالہ عالمی تعلیمی کنونشن: جامعہ اسلامیہ بھٹکل جنوب ہند کا نامور دینی و تعلیمی ادارہ ہے جس کے قیام پر الحمدللہ پچاس سال مکمل ہو رہے ہیں اس دوران جنوبی ہند بالخصوص مغربی ساحلی خطہ میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے ذریعے دینی تعلیم کے فروغ کے سلسلہ میں غیر معمولی خدمات انجام پائی ہیں اب تک یہاں سے الحمدللہ پانچ سو سے زائد علماء فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک مختلف دعوتی میدانوں میں مصروف عمل ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو اس شہر بالخصوص اس جامعہ سے بڑی مناسبت تھی چودہ بار حضرت مولانا نے یہاں کا سفر کیا اب اس جامعہ کے قیام پر نصف صدی کے مکمل ہونے پر سرپرست جامعہ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ کی سرپرستی میں ان شاءاللہ ۲۵ تا ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۹-۲۰-۲۱ مارچ ۲۰۱۲ء (پیر، منگل، بدھ) جامعہ میں عالمی و ملکی سطح کے مختلف دعوتی اور تعلیمی پروگرام منعقد ہونے جا رہے ہیں جس کا مرکزی موضوع ہے "انسانی دنیا پر امن کے قیام میں مدارس اسلامیہ کا کردار" اس موقع پر عصری درسگاہوں میں زیر تعلیم مسلم طلباء کیلئے دینی تعلیم کی ضرورت و اہمیت اور نئی نسل کو بنیادی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے سلسلہ میں مدارس اسلامیہ کی ذمہ داری اور اس کے لئے ممکن لائحہ عمل، برصغیر میں علماء شوافع کی علمی و فقہی خدمات اور فضلاء جامعہ کی تعلیمی و دعوتی خدمات و پیام انسانیت جیسے موضوعات پر مختلف سیمنار ہوں گے جس میں امید ہے کہ انشاءاللہ ہند و بیرون ہند امریکہ، برطانیہ، مصر، شام، سعودی عرب، ملیشیاء اور انڈونیشیا وغیرہ سے عالم اسلام کی منتخب دینی و علمی شخصیات کے علاوہ متعدد جامعات و مدارس اسلامیہ اور عصری درسگاہوں اور یونیورسٹیوں کے ذمہ داران شریک ہوں گے اس موقع پر ان شاءاللہ جامعہ کی علمی و دینی اور دعوتی خدمات پر جامعہ کے ترجمان ارمغان حجاز کے خصوصی نمبر کی اشاعت کے علاوہ فارغین جامعہ کی مختلف موضوعات پر عربی و اردو میں تقریباً ایک سو کتابوں کا اجراء، فارغین و مستفیدین جامعہ کی تفصیلات پر مشتمل ڈائریکٹری کی اشاعت بھی عمل میں آئے گی اسی کے ساتھ اسلام، سائنس اور قرآن کے متعلق عالمی نمائش اور نوائط تہذیب و ثقافت کے علاوہ فارغین جامعہ کی علمی و تصنیفی خدمات سے متعلق نمائش کا بھی اہتمام کیا جائے گا جلسہ کے اختتام پر ۲۴ر۲۵ مارچ کو خواتین کا دو روزہ پروگرام بھی ہوگا اور ان دنوں جامعہ کا کیمپس صرف مستورات کے لئے خاص رہے گا۔ جو لوگ برصغیر کے شوافع علماء سے متعلق مقالہ لکھنے کے سلسلہ میں دلچسپی رکھتے ہوں وہ برائے کرم ذمہ داران اجلاس سے رابطہ قائم کریں ان کو آمد و رفت اے سی تھری ٹائر کا کرایہ بھی دیا جائے گا اس کے علاوہ اسلام، قرآن اور سائنس سے متعلق نمائش میں جو ادارے یا اشخاص حصہ لینا چاہتے ہوں وہ بھی براہ کرم رابطہ قائم فرمائیں ان کے لئے بھی مطلوبہ سہولیات اور اخراجات کا انتظام کیا جائے گا'

فارغین و مستفدین جامعہ سے گزارش ہے کہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہوں ڈائریکٹری کیلئے اپنی ذاتی معلومات کے علاوہ اپنی علمی و دعوتی سرگرمیوں کی تفصیلات اور اپنی تصنیفات کے نمونے بھی دفتر جامعہ تک پہونچائیں اور اسی اعلان کو دعوت نامہ سمجھ کر قبل از وقت اپنی آمد کی تفصیلات سے دفتر اجلاس پچاس سالہ تعلیمی کنونشن جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک۔ ای میل nadviacademy@hotmail.com فون نمبر 9901637282/226334 پر مطلع کریں۔ تعلیمی کنونشن کی تیاری کے لئے بھٹکل و اطراف اور ہند و بیرون ہند خلیجی ممالک میں مقیم اہلیان بھٹکل پر مشتمل متعدد کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں جو الحمدللہ تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ان تمام پروگراموں سے امید ہے کہ انشاء اللہ اس علمی و دینی کاروان کو نئے عزم و حوصلے کے ساتھ دعوتی اور دینی و تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے میں مدد ملے گی۔ اس تعلیمی و دعوتی کنونشن کی کامیابی کے لئے قارئین سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ المعلن محمد الیاس ندوی (کنوینر پچاس سالہ تعلیمی کنونشن)

بھٹکل (انڈیا) اسلامیات کے امتحانات میں 64/ ہزار سے زائد مسلم و غیر مسلم طلباء کی شرکت

بھٹکل (۳فروری) حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل (کرناٹک) کے زیر اہتمام بشمول انڈومان نکوبار وشمال مشرقی ریاستیں پورے ملک کے مختلف صوبوں کے 335/ سینٹروں اور اسکولوں و کالجس میں اسلامیات کے امتحانات برائے سال 12 / 2011 یکم فروری ۲۰۱۲ء بروز بدھ منعقد ہوئے، امسال الحمدللہ ان امتحانات میں جملہ سینٹروں میں 64714 شریک ہوئے جن میں سے 35 سینٹروں میں جملہ ڈیڑھ ہزار سے زائد غیر مسلم طلباء بھی تھے، واضح رہے کہ اکیڈمی کے زیر اہتمام اسکول و کالجس کے طلباء کیلئے گذشتہ گیارہ سال سے جاری یہ سلسلہ الحمدللہ اب پورے ملک میں پھیل چکا ہے اور بیرون ملک سنگاپور، ملیشیا، نیپال، اور سری لنکا میں بھی اس کے سینٹر قائم ہو چکے ہیں جبکہ اس کی ابتداء 2001ء میں مقامی طور پر 350 کی تعداد سے شروع ہوئی تھی اور گذشتہ سال اس میں شریک طلباء کی تعداد 57/ ہزار سے زائد تھی، اکیڈمی کے بانی و جنرل سکریٹری مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی کے مطابق سال بہ سال طلباء کی تعداد میں بے پناہ اضافہ محض اللہ کے فضل و کرم اور اسلامی تعلیمات کی طرف طلباء و سرپرستوں کی رغبت و دلچسپی کا نتیجہ ہے، ان امتحانات میں شریک ہر چالیس طلباء کے گروپ میں اول دوم سوم آنے والوں کو، گولڈ گنی، گولڈ میڈل و سلور میڈل اور سرٹیفکیٹ سے نوازا جاتا ہے جس سے ترغیب پاکر ہر سال اس میں شریک ہونے والے غیر مسلم طلباء کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور حیرت کی بات ہے کہ ملک کے بعض اسکولوں میں گولڈ میڈل غیر مسلم طلباء و طالبات حاصل کر رہے ہیں،، اسلامیات کی کتابوں میں بیک وقت دس مضامین قرآن، حدیث، فقہ، سیرت عقائد، اسلامی تاریخ و اخلاقیات وغیرہ کا احاطہ کیا گیا ہے اس میں ہر مضمون کا تحریری و تقریری امتحان لیا جاتا ہے، امسال ملک کے ان 65 ہزار طلباء میں سے امتیازی نمبرات سے کامیاب طلباء میں انشاء اللہ گولڈ و سلور میڈل تقسیم کئے جائینگے، ضرورت اس بات کی ہے مسلمانوں کے ماتحت چلنے ہر اسکول و کالج میں یہ نصاب اور امتحانات کا یہ سلسلہ جاری ہو تاکہ نئی نسل عصری علوم میں مہارت کے ساتھ اسلام و ایمان کی مبادیات سے واقف ہو جائے اور اسلام پر ان کا اعتماد بحال رہے بلکہ مزید مستحکم اور پختہ ہو جائے۔ (رپورٹ: محمد افضل ندوی، ناظم امتحانات اسلامیات)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا کراچی کے مختلف جامعات' دینی اداروں اور سربراہوں سے ملاقاتیں:

گزشتہ دنوں حضرت مولانا صاحب مدظلہ نے دفاع پاکستان کی تاریخی مزار قائد پر منعقد ہونے والی ریلی کے انعقاد کے لئے کی گئی تیاریوں کے سلسلے میں کراچی کے تمام اہم چھوٹے بڑے دینی مراکز اور مدارس اسلامیہ کا تفصیلی دورہ کیا۔ آپ نے دارالعلوم فاروقیہ اور وفاق المدارس کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب' دارالعلوم کراچی کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب' جامعہ دارالخیر کے مہتمم حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب' حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب' جامعہ بنوریہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب' جامعہ احسن العلوم کے مہتمم مفتی حضرت مولانا زرولی خان صاحب' جامعۃ الرشید کے سربراہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب' جامعہ صفہ کے مہتمم مولانا قاری حق نواز' جامعہ مخزن العلوم کے مہتمم مولانا ڈاکٹر قاسم محمود' جامعہ کلفٹن کے نائب مہتمم مفتی ابوہریرۃ' جامعہ حقانیہ کے مولانا محمود الحسن اور دیگر علماء ومشائخ سے تفصیلی ملاقاتیں کیں اسی طرح ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی والدہ محترمہ عصمت صدیقی اور انکے بچوں سے بھی انکی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور انہیں اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ حضرت مولانا مدظلہ کے ہمراہ دارالعلوم سے مولانا حامد الحق حقانی' مولانا یوسف شاہ' مولانا احمد شاہ اور کراچی جمعیۃ کے تمام اہم عہدیداران' علماء کرام اور پارٹی کارکنان دورے میں ساتھ تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی افغان صدر حامد کرزئی سے ان کی درخواست اور اصرار پر ملاقات:

(اسلام آباد۔ ۱۷ رفروری) دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین اور جمعیت علماء اسلام کے سربراہ و مہتمم جامعہ ہذا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے افغان صدر جناب حامد کرزئی صاحب کے اصرار ودرخواست پر اسلام آباد میں ملاقات کی۔ کرزئی صاحب نے افغان مسئلے کے دیرپا حل کیلئے حضرت مولانا مدظلہ سے تفصیلی تبادلہ خیال کیا اور مسئلے کے حل کیلئے ان سے تعاون کی درخواست کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے افغان صدر کو مشورہ دیا کہ مسئلے کے حل کیلئے پہلے تحریک طالبان اور دیگر جہادی گروپوں کیساتھ اعتماد کی بحالی کیلئے افغان حکومت عملی اقدامات اٹھائے اور قیدیوں کو رہا کرے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے افغان صدر کو بتایا کہ جب تک غیرملکی افواج افغانستان میں موجود رہیں گی مسئلہ کا حل ڈھونڈنا مشکل ہے بلکہ اس حالت میں بحران مزید پھیلے گا۔ مولانا مدظلہ نے افغان صدر پر واضح کیا کہ وہ تمام جماعتیں نسلی گروہ اور حکومت یکجا ہو کر امریکہ سے مطالبہ کریں کہ وہ اب افغانستان سے فوری چلے جائیں۔

دارالعلوم کے وسطانی امتحانات: دارالعلوم کے وسطانی امتحانات ۴ رفروری سے شروع ہو کر ۷ رفروری تک جاری رہے۔ امتحانات کے بعد ۸ فروری تا ۱۷ رفروری تک تعطیلات رہیں اور ۱۸ رفروری ۲۰۱۲ سے دوبارہ اسباق شروع ہوئے (بقیہ صفحہ ۱۷ پر)

ادارہ

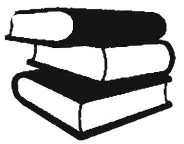

تعارف وتبصرہ کتب

ماہنامہ ''بینات'' اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء (اشاعت خاص) بیاد: شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

ضخامت: ۹۱۲ صفحات قیمت: درج نہیں ملنے کا پتہ: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

یوسف ملت محدث عصر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے جس گلشن کی آبیاری خون جگر سے کی تھی اور جس کی عطر بیز ہواؤں سے ایک عالم معطر ہے یعنی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نہ جانے اس کو کس کی نظر بد لگ گئی کہ ایک عرصہ سے یہ جامعہ سفاک قاتلوں اور درندہ صفت دہشت گردوں کے نشانہ پر ہے اور یہ سلسلہ کئی سال سے جاری ہے یہاں سے شہیدوں کا قافلہ سوئے خلد بریں رواں ہے اس کاروان شہداء میں مفتی اعظم مجاہد کبیر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید' مولانا مفتی عبدالسمیع شہید' علامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید' اور مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہم اللہ یکے بعد دیگرے امت مرحومہ کو داغ مفارقت دے گئے' ان میں سے ہر ایک شہید گلستان علم وادب اور گلشن علوم نبویہ کا ایک سدا بہار پھول تھا' اپنی علمی وجاہت وثقاہت کے لحاظ سے اپنے وقت کی یہ عبقری شخصیات تھیں' بلاشبہ علمی دنیا ان پر تا صبح قیامت نازاں رہے گی' ابھی ان شہدا کی جدائی کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا کہ دست بیداد اجل نے اسی جامعہ کا ایک اور گل تر ہم سے ہمیشہ کیلئے چھین لیا۔ ان قتیلان بے گناہی کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور خدمت دین متین میں شب وروز مصروف تھے۔ یہ ایسی شخصیات تھیں کہ انہوں نے انسان تو بہت دور کی بات ہے کسی معمولی حیوان کو بھی گزند نہیں پہنچائی' لیکن پھر بھی ان فرشتہ سیرت اور مفکر صورت شخصیات کو ان ناعاقبت اندیش قاتلوں نے خون میں لہولہان کر دیا۔ ؎ خونے نہ کردہ ایم وکسے را نہ کشتہ ایم جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

اب کے بار ان ظالموں کا نشانہ جانشین حضرت العلامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید' مولانا سعید احمد جلالپوری تھے۔ ان کے ساتھ ان کے معصوم حافظِ قرآن لخت جگر کو بھی خون میں نہلا دیا گیا مگر ہمارا ایمان ہے کہ ان ظالموں کا یوم الحساب بہت قریب ہے اور یہ لوگ کہاں تک اس جہانِ فانی میں زندہ رہیں گے۔ ــــ مولانا سعید احمد جلالپوریؒ اپنے مرشد ومربی حضرت محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد ماہنامہ ''بینات'' کے مدیر مقرر کیے گئے جبکہ آپ کی حیات میں بھی آپ ان کے معاون ودست وبازو رہے' بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی اور بھاری ذمہ داری تھی' لیکن حضرت شہیدؒ نے آپ کی اس عجیب انداز میں نیابت کی کہ اس پر ایک عالم انگشت بدنداں ہے' آپ نے اپنے پیشرو کے تمام نامکمل امور پایہ تکمیل تک پہنچائے اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے جو سلسلے ادھورے چھوڑے تھے' ان کی ایسی تکمیل کی کہ

کوئی یہ فرق نہیں کرسکتا کہ یہ کام ایک فرد کا ہے یا دو افراد کا۔ جس طرح کہ حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے ختم نبوت کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور جس طرح آپ نے فرق باطلہ کا تعاقب بھرپور انداز میں کیا۔ آپ کے جانشین حضرت جلالپوریؒ نے بھی وہی روش اپنائی' حضرت لدھیانویؒ کی شہادت کے بعد آپ نے ان کی سیرت وسوانح علمی خدمات اور آپ کی شخصیت پر بینات کی ضخیم علمی تاریخی تحقیقی اور ادبی خصوصی اشاعت شائع کرائی جس پر انہوں نے شب وروز محنت کی تھی۔ اور بلاشبہ وہ خصوصی نمبر ایک تاریخی اور حوالہ جاتی دستاویز ہے کیا خبر تھی کہ یہ اشاعت اسی زیر نظر خصوصی نمبر کے لئے تمہید ثابت ہوگی ___ زیر نظر خصوصی اشاعت آپ کے کمالات اور بوقلموں صفات ومحاسن کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔ انتہائی اعلیٰ کاغذ اور خوبصورت طباعت کے ساتھ یہ نمبر بھی دیگر خصوصی اشاعتوں کی طرح انتہائی قیمتی مواد پر مشتمل ہے' ملک کے نامور مشائخ علماء صلحاء ادباء اور دیگر دانشور حضرات نے آپ کی حیات مستعار کے ہر گوشہ کی ایسی تصویر کشی کی ہے جس سے آپ کی شخصیت آپ کی عظمت وعبقریت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مدیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب سکندر نے مشاہدات وتاثرات کے عنوان سے جو گرامی قدر کلمات سپرد قلم کیے ہیں' اس سے ایک اقتباس یہاں پر پیش کی جاتی ہے' کہ حضرت جلالپوری کی شخصیت کیا تھی اور مقام غم ہے کہ ہم ایک ایسے متاع گرانمایہ سے محروم ہوئے ہیں جس پر ملت بیضا کو بجا طور پر ناز تھا۔

مولانا سعید احمد جلالپوری ایک کامیاب مربی اور مصلح تھے' حضرت لدھیانویؒ کے بعد اصلاح کے لئے عوام الناس علماء طلباء کا آپ کی طرف رجوع ہوا اور آپ نے اپنے وعظ وبیان اپنی سیرت وکردار اپنی دعوت وارشاد اور حلقہ ہائے ذکر سے ہزاروں انسانوں کی اصلاح وتربیت فرمائی۔ آپ ایک کامیاب مصنف اور تحریر کے میدان کے شہسوار تھے آپ کے قلم سے کئی کتابیں منظر عام پر آئیں خصوصاً فتنوں کے مقابلے اور باطل کی تردید میں اپنے شیخ کی طرح آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں' مگر اس میدان میں آپ نے ہمیشہ مہذب وشائستہ زبان وبیان اور انتہائی منصفانہ انداز اختیار کیا۔ آپ کے قلم میں روانی تھی' اور باطل کے لئے آپ کا قلم تلوار بن جاتا لیکن اس سب کے باوجود آپ کی تحریریں وجادلھم بالتی ھی احسن کا نمونہ تھیں۔

ماہنامہ بینات کا اداریہ جو بصائر وعبر کے نام سے میرے شیخ ومربی محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری تحریر فرمایا کرتے تھے' آپ کے بعد یہ ذمہ داری میرے شیخ کے ہم نام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے احسن طریقے سے نبھائی اور ان کے بعد حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ نے جس انداز سے بینات کو سنبھالا اور چلایا اور بصائر وعبر کا حسن اور بانکپن اپنے پیشرو کی طرح باقی رکھا وہ آپ کی قابلیت کی دلیل ہے۔ ان تمام امور کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کے کام کے ساتھ بھی والہانہ لگاؤ تھا۔ جماعت کے مرکزی شوریٰ کے رکن بھی تھے' ان کے ساتھ کئی مرتبہ اسی تحفظ ختم نبوت کے کام کے سلسلے میں برطانیہ کے سفر ہوئے اور برمنگھم کانفرنس کے علاوہ مختلف مراکز ومساجد میں بیانات کے مواقع نصیب ہوئے' یہ تمام کام انشاء اللہ مولانا سعید احمد جلالپوری کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور کھانسی !

Take NO Tension
Take Sualin
with TOOT SIYAH efficacy

Regd No. P-90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

(پرشکوہ مجوزہ ماڈل) عظیم الشان تعمیری منصوبہ
جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

1 لاکھ فٹ کورڈ ایریا۔ 3 منزلہ مسجد۔ کشادہ ہال۔ گیلریاں
وسیع صحن۔ تین اطراف سے برآمدے۔ بیسمنٹ میں دارالحفظ والتجوید کا قیام۔
الگ سیکشن برائے نماز خواتین
تخمینہ لاگت 20 تا 25 کروڑ

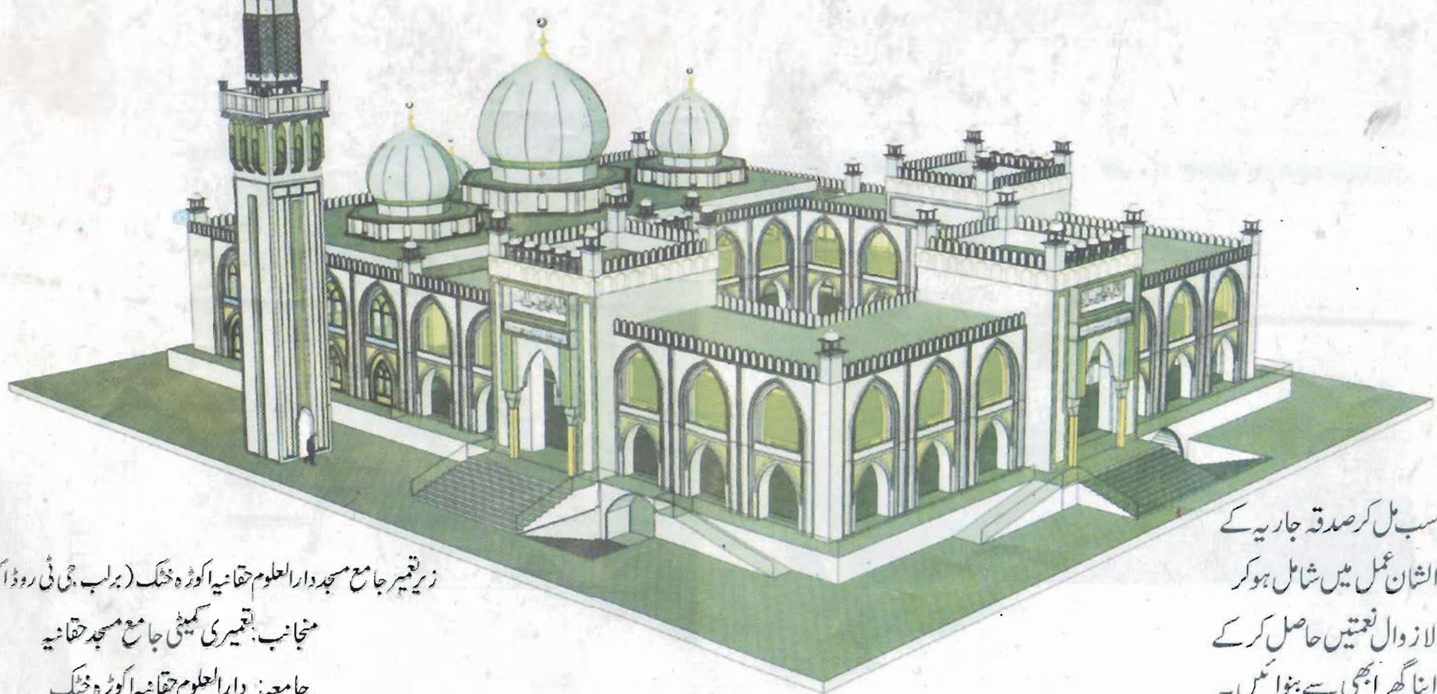

آئیں ہم سب مل کر صدقہ جاریہ کے
اس عظیم الشان عمل میں شامل ہو کر
آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کر کے
جنت میں اپنا گھر ابھی سے بنوائیں۔

زیر تعمیر جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (برلب جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک)
منجانب: تعمیری کمیٹی جامع مسجد حقانیہ
جامعہ: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک